ZEB-UN-NISA
Lahore
یب النسأ
لاہور
ENGRAVICO
Paksociety.com
Pakistanipoint
Learning Point

Downloaded from https://paksociety.com

... کی کوشش نہ کرے


خواتینِ پاک و ہند کا محبوب ماہنامہ

# زیب النساء لاہور

جلد نمبر ۳۷ نومبر سنہ ۱۹۶۹ء شمارہ ۱۱

ایڈیٹر

## رشیدہ عصمت

سالانہ قیمت

بذریعہ منی آرڈر ـــــ سات روپے

بذریعہ وی ـ پی ـــــ سات روپے پچاس پیسے

بھارت کیلئے

آٹھ روپے پچاس پیسے

غیر ممالک سے :ـ

بذریعہ بحری جہاز ـــــ ایک پونڈ

بذریعہ ہوائی ڈاک ـــــ تین پونڈ

مشرقی پاکستان بذریعہ ہوائی ڈاک ـــــ ۹ روپے

قیمت فی پرچہ مغربی پاکستان سے ـــــ ۶۰ پیسے

قیمت فی پرچہ مشرقی پاکستان سے بذریعہ ہوائی ڈاک ۷۵ پیسے

ناشر :ـ شیخ محمد نواب طابع :ـ ملک محمد عارف

مطبع :ـ دین محمدی پریس لاہور

مقام اشاعت :ـ نزد پوسٹ آفس بیرون کشمیری گیٹ سرکلر روڈ لاہور


## فہرست مضامین


| | | | |
|---|---|---|---|
| خطوط کا آئینہ | | خواتین | ۲ |
| بن باپ کے بچوں کی پرورش | | سکینہ روحی ایم ـ اے | ۵ |
| غزل | | سہیل اختر | ۸ |
| غزل | | زینت عباس زینت | ۸ |
| غزل | | شاہد لکھنوی | ۸ |
| غزل | | اقبال منہاس | ۸ |
| جوتے پاؤں کے محافظ | | عصمت آرا سید | ۱۰ |
| محبوب بننے کا راز | | بیگم طلعت | ۱۲ |
| کیا یہ عورتیں کبھی بوڑھی نہ ہوں گی ؟ | | مس خالدہ شفیع بریڈ فورڈ | ۱۴ |
| پہلی محبت | (افسانہ) | سعیدہ افضل | ۱۸ |
| فریبِ نظر | (افسانہ) | رفعت افزا | ۲۵ |
| جب آگ پھول بنی | (افسانہ) | واجدہ تسلیم | ۳۰ |
| تاثرات | | خواتین | ۳۲ |
| یہ ناداں دل | (افسانہ) | تلخیص و ترجمہ مظہر انصاری | ۴۱ |
| محبت کی دنیا | (ازدواجی کہانی) | نیفضی | ۵۰ |
| آنکھوں سے دل کا حال معلوم کیا جا سکتا ہے | | فریدہ خانم ہیری لینڈ | ۵۶ |
| گھریلو مسائل | | ڈاکٹر پروفیسر رخسانہ ظہور احمد | ۵۸ |
| خشک موسم میں بالوں کی حفاظت | | نسرین خانم | ۶۰ |
| آپ کے سوالات | | لیڈی ڈاکٹر مس راشدہ قریشی | ۶۳ |

زیبی دسترخوان

| | | |
|---|---|---|
| مچھلی کے کباب | عائشہ میمن حیدر آباد | ۶۶ |
| کیلے کا رائتہ | مزمل سلیم | ۶۶ |
| چاول کی پڈنگ | نثار فاطمہ | ۶۶ |
| آلو مٹر کا حلوہ | نرگس بانو | ۶۶ |
| الجھنیں | جی ـ ایم ناز | ۶۸ |
| حیرت انگیز اور دلچسپ | ادارہ | ۷۰ |
| بزمِ زیب النساء | حکیم سید ظفر عسکری | ۷۲ |


PakistaniPoint www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com

# خطوط کا آئینہ

## محض اتفاق

بعض اوقات ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ محض اتفاق سے ایسی بات سرزد ہو جاتی ہے جس سے بہت ہی اچھا نتیجہ نکلتا ہے۔ میری ایک سہیلی تھی جس کی اپنی بہن سے بہت زیادہ شکر رنجی ہو گئی تھی۔ میرے دل میں کئی بار یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کی صلح کرا دوں لیکن میں نے سوچا کہ ان کا معاملہ بہت ہی ذاتی ہے۔ اور مجھے ذاتی معاملات میں دخل نہیں دینا چاہیئے وقت خود ہی اس زخم کو مندمل کر دے گا۔

میری سہیلی کی سالگرہ کا دن تھا میں نے اسے بڑے خوبصورت پھول اور ایک بڑا اچھا تحفہ بھجوا دیا اور اس تحفے کے ساتھ میں اپنا کارڈ رکھنا بھول گئی۔ دوسرے دن وہ میرے ہاں بھاگی ہوئی آئی اور کہنے لگی "آخر میری بہن ہی ہے نا۔ اس نے مجھے کل سالگرہ پر پھول اور ایک تحفہ بھیجا۔ مجھ سے ناراض تھی اس لئے اپنا کارڈ نہیں رکھا۔ میں خوب جانتی ہوں کہ میری بہن کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ میں اس کی غلط فہمی دور نہیں کرنا چاہتی تھی۔

مجھے بہت خوشی ہوئی کہ میری وجہ سے دو بہنوں میں صلح ہو گئی۔ کئی برس مجھے گزر گئے ہیں میں نے آج تک یہ راز افشا نہیں کیا۔

نسیمہ تبسم۔ راولپنڈی

## جھنجھلاہٹ کا موقع

کسی دن صبح ہی صبح میرے شوہر میرے نام یہ حکم جاری کر دیتے ہیں کہ آج انہیں فلاں بشرٹ پہن کر جانا ہے۔ میں اور سب کام چھوڑ کر اس بشرٹ کو لوہا وغیرہ کرنے کے بعد اپنی بانہہ پر لٹکائے ہوئے ان کے پاس پہنچتی ہوں مگر دیکھتی ہوں تو وہ ایک اور بشرٹ اپنے جسم پر منڈھے ہوئے کھڑے ہیں اور بس باہر جانے کو تیار ہی ہیں۔ مجھے ایسے موقعوں پر بڑی جھنجھلاہٹ ہوتی ہے۔ بتایئے۔ ہونی چاہیئے یا نہیں؟

مسز عنایت حسین شرفی۔ سبی (بلوچستان)

## پچھلے مہینے کی تقدیر

میری ایک سہیلی اپنے گھر کے کاموں میں اتنی زیادہ مصروف رہتی ہیں کہ جو اخبار اور رسالے منگواتی ہیں انہیں پڑھنے کے لئے بھی وقت نہیں نکال پاتیں۔ وہ ایک اخبار اس لئے بڑے شوق سے منگواتی ہیں کہ اس میں ماہ بماہ ستاروں کے لحاظ سے تقدیر کا حال درج ہوتا ہے مگر اس سے بھی عدیم الفرصتی کی وجہ سے اسی مہینے نہیں پڑھ سکتیں چنانچہ ایک ماہ بعد یہ کہہ کر اسے پڑھنے بیٹھتی ہیں کہ "لاؤ بھئی معلوم کریں پچھلے مہینے ہماری تقدیر کیا تھی؟"

(سیدہ زہرہ تو قیر)

## نعمت خانے کی اپنے گھر کو واپسی

ہم نے فرنیچر کے ایک نیلام گھر سے ایک بڑا سا پرانا نعمت خانہ خریدا نیلام کرنے والے کا ایک ملازم خود اسے ہمارے گھر پہنچانے آیا۔ اور جس جگہ ہم اسے رکھنا چاہتے تھے۔ وہاں رکھ کر اطمینان کا سانس لیتے ہوئے بولا "میں اور میری بیوی دس برس پہلے اسی مکان میں رہا کرتے تھے۔ اور یہ نعمت خانہ بھی ہمارا ہی ہے۔ ہم نے بھی اس کو اسی جگہ پر رکھ چھوڑا تھا جہاں آپ نے رکھوایا ہے۔ میری بیوی اللہ کو پیاری ہو گئی۔ میں غریب ہو گیا اس لئے گھر کا سب سامان بیچنا پڑ گیا۔ اللہ آپ کو یہ گھر اور یہ نعمت خانہ راس لائے۔" اور آنسو پونچھتا ہوا باہر نکل گیا۔

(راحت آرا۔ کراچی)

Downloaded from https://paksociety.com



## "غلامی کے نشانات"

میری ایک رشتے کی بہن یہ معلوم کر کے سچ مچ حیران و ششدر بلکہ بھونچکا رہ گئیں۔ کہ میں منگنی کی انگوٹھی صرف ایسے موقعے پر پہنتی ہوں جب کہیں شادی بیاہ میں جانا ہو۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ شادی اور شوہر سے دلی تعلق کا مطلب یہ تو نہیں ہوا کہ تا کہ منگنی کی انگوٹھی ہر وقت انگلی میں پڑی رہے جو چیز ازدواجی زندگی کو مضبوط بناتی ہے۔ وہ تو میاں بیوی کی محبت ہوتی ہے۔ میری ایک سہیلی میری یہ بات سن کر کہنے لگیں "غنیمت ہے تم منگنی کی انگوٹھی کبھی کبھار پہن تو لیتی ہو آجکل کی جو عورتیں مردوں کے برابر حقوق مانگ رہی ہیں۔ ان کا کہنا تو یہ ہے۔ کہ منگنی کی انگوٹھی اور سسرال کی طرف سے دیئے گئے زیورات غلامی کے نشانات ہوتے ہیں۔ اور چونکہ اب عورت مرد کی غلام نہیں رہی ہے۔ اس لئے ان نشانات کو خیر باد کہ دینا چاہیئے۔

تسنیم عظیم

## "بس کنڈیکٹر کا حکم"

بس کا انتظار کرتے ایک گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا تھا آخر بس آگئی۔ اور میں اس میں سوار ہوگئی۔ مگر نشست پر بیٹھے مشکل سے ایک منٹ گزرا ہوگا۔ کہ کنڈیکٹر نے میرے سر پہ پہنچ کر کہا "ٹکٹ!" میں نے پیسے نکالنے کے لئے بیگ کے اندر ہاتھ ڈالا۔ اس پر کنڈیکٹر مجھ سے پوچھنے لگا "کیا آپ بہت دیر سے بس کا انتظار کر رہی تھیں؟"

میں نے جواب میں کہا "ایک گھنٹے سے" کہنے لگا۔ اتنی دیر میں بھی پیسے تھیلے سے نہ نکالے۔ چاہیے تھا کہ ٹکٹ کے پیسے تیار رکھیں" (شبنم)

## "وہ مرے نہیں ہیں"

میرے شوہر ایک بیمہ کمپنی میں فیلڈ منیجر کے عہدے پر ہیں کل انہوں نے ایک عجیب واقعہ سنایا۔ کہنے لگے "میں بیمہ پالیسیوں کا معائنہ کرنے پالیسی ہولڈروں کے گھروں پر جایا کرتا ہوں۔ آج ایک خاتون کے ہاں گیا تو اس کے پاس ایک ایسی پالیسی دیکھی جس پر اس کے شوہر کا نہیں بلکہ ایک اور مرد کا نام پالیسی ہولڈر کے خانے میں درج تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ آپ کے کون ہوتے ہیں تو وہ کہنے لگی۔ یہ میرے پہلے شوہر تھے جن کا انتقال گیارہ برس پہلے ہو چکا ہے۔ میں نے اس سے کہا۔ مگر آپ تو ابھی تک اس پالیسی پر پریمیم ادا کئے جا رہی ہیں! کہنے لگی۔ ہاں میری ان کے ساتھ بڑی گہری محبت تھی۔ اور اسی چاہت کی وجہ سے اسی جاری رکھنا چاہتی ہوں۔

(مسز سائرہ سلطانہ)

## جھگڑے سے بچنے کا عیب

آج صبح کریانہ فروش اپنا حساب لیکر آیا۔ اس کے حساب سے ایک سو نوے روپے دس آنے بنتے تھے۔ مگر جو حساب میں نے لکھ رکھا تھا اس کے لحاظ سے ہم نے مہینہ بھر میں اس سے ایک سو اٹھاسی روپے کا سودا خریدا تھا۔ میں نے دکاندار کے حساب پر اعتراض کیا کہ اس نے دو روپے دس آنے زیادہ لکھ رکھے ہیں۔ وہ کہنے لگا "یہ سودا پچھلے جمعہ کو منگوایا گیا تھا" میں نے جواب دیا "پچھلے جمعے کو تو ہم سب امی جان

(باقی ص ۲۴)

## بہنوں کے لئے ڈاکٹر کا مشورہ

حفظانِ صحت کے اصولوں میں دیگر باتوں کے علاوہ صفائی کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ دراصل صفائی کو قائم رکھنے کا مطلب ہی ہزار بیماریوں سے نجات ہے۔ صفائی کی اہمیت کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے ہماری بیشتر بہنیں دوران ماہواری گھریلو کپڑے یا معمولی قسم کے روئی یا سینیٹری ٹاولز استعمال کرتی ہیں۔ جن سے انتہائی مضر اثرات رونما ہو سکتے ہیں اور ایک نا ختم ہونے والا بیماری کا سلسلہ بھی خدانخواستہ شروع ہو سکتا ہے اس لئے صحت و تندرستی کے لئے یہ ضروری ہے کہ صاف ستھرے سینیٹری ٹاولز کا استعمال کیا جائے۔ میری رائے میں فیئرٹیکس (FAIRTEX) انتہائی موزوں سینیٹری ٹاولز ہیں۔ جو حفظانِ صحت کے اصولوں پر تیار کئے جاتے ہیں۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ فیئرٹیکس (FAIRTEX) کی ہر تہہ عمدہ اور نرم روئی کی کئی جاذب تہوں پر مشتمل ہے۔ فیئرٹیکس (FAIRTEX) کے استعمال کے دوران کسی قسم کی ناگواری بھی محسوس نہیں ہوتی۔ فیئرٹیکس (FAIRTEX) سینیٹری ٹاولز نہایت محفوظ اور مکمل صحت کے ضامن ہیں۔

ڈاکٹر شمس النساء

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



تربیتِ اطفال

سکینہ روحی ایم اے

# بن باپ کے بچوں کی پرورش

بچوں کی پرورش خاصا مشکل کام ہے مگر ان کی تربیت تو دنیا کے ان کاموں میں سے ایک ہے جنہیں دشوار ترین قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر مرد عورت دونوں مل کر اپنے بچوں کی تربیت کا فرض ادا کریں تو بھی یہ فریضہ پوری طرح ادا نہیں ہوتا۔ لیکن وہ مرد یا وہ عورت یقیناً قابلِ ہمدردی ہے جسے یہ کام تنہا انجام دینا پڑ جائے۔ تاہم اس دنیا میں انسانوں پر سبھی طرح کی دشواریاں آتی ہیں چنانچہ سینکڑوں، ہزاروں، خواتین ایسی ہوں گی جن کے شوہر فوت ہو چکے ہیں یا لاپتا ہو گئے ہیں یا انہوں نے ان کو طلاق دے دی ہے اور اولاد سے دستبردار ہو گئے ہیں۔ ایسی خواتین کو بن باپ کے بچوں کو پالنا پڑتا ہے۔ اور انہیں تربیت بھی دینی پڑتی ہے۔ تاکہ بڑے ہو کر کام کے انسان بن سکیں۔ یہ مضمون ایسی ہی بہنوں کے لئے ہے اور اس میں بعض ایسی باتیں بتائی گئی ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے بن باپ کے بچوں کی تربیت کا کام آسان ہو جاتا ہے۔

ایسے بچوں کی ماں کو ان کی پرورش اور تربیت کے دوران میں یہ بات ہر وقت ذہن میں رکھنی چاہیئے۔ کہ وہ خواہ کتنی ہی اچھی ماں ہو۔ اپنے بچے کے لئے بیک وقت ماں اور باپ، دونوں نہیں ہو سکتی مگر پھر بھی اسے بچے کی تربیت کے سلسلے میں ہر قدم اس طرح اٹھانا چاہیئے جیسے دونوں کی ذمہ داریاں اسی کو پوری کرنی ہیں۔

اس نکتے کی تشریح یہ ہے کہ اگر اس کا شوہر اس کے پاس ہوتا تو بچے کے بارے میں جو تجویز سوچی جاتی یا جو فیصلہ کیا جاتا اس میں دونوں کی رائیں شامل ہوتیں مگر اب اس قسم کے سب فیصلے اسے تنہا کرنے ہوں گے اور ان کی کامیابی یا ناکامی کی ساری ذمہ داری بھی اسی پر ہو گی اس لئے بہت پھونک پھونک کر قدم اٹھانا چاہیئے۔ کیونکہ ہر فیصلے یا تدبیر کی ناکامی مالی نقصان اور بچے کے مستقبل کی خرابی کی شکل اختیار کر لے گی۔

اب اس بات میں سے ایک اور اہم نکتہ پیدا ہوتا ہے اگر بن باپ کے بچے کی ماں کو بیک وقت ماں (عورت) اور باپ (مرد) دونوں کا کام کرنا پڑے تو کیا وہ اپنا عورت پن ترک کر دے؟ یعنی کیا وہ مردوں جیسی سخت اور غیر نسوانی ہو جائے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اسے اپنا عورت پن ہرگز ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اسے اپنے بچوں کی نظروں میں نسوانیت کا ایک اعلیٰ نمونہ بن کر بھی دکھانا ہو گا۔

لیکن اگر وہ بچہ جس کی تربیت کی جا رہی ہو لڑکا ہو گا تو وہ اپنی مردانہ خصلتوں کے لئے کسی مرد ہی کا نمونہ سامنے رکھے گا۔ اس ضرورت کی تکمیل اس طرح کرنی چاہیئے کہ اسے اپنا نانا یا ماموں یا چچا کی پیروی کرنے کی تلقین کی جائے۔ تاہم لڑکے کے سامنے اس کے باپ کی خوبیوں اور صفتوں کی ایک روشن تصویر ضرور رکھنی چاہیئے۔ وہ اسے اس کے سامنے اس کے باپ کی ایسی خوبیاں بیان کرے جن کی وجہ سے بچہ اپنے باپ پر فخر محسوس کرے۔ اور اس میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا ہو تاکہ اسے ترقی کرنے میں مدد ملے۔

بعض خواتین ایسی بھی ہوں گی جن کے دلوں میں اپنے غیر موجود

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



شوہروں کی طرف سے تلخی یا شاید نفرت بھی ہوگی۔ مگر انہیں چاہیئے کہ اس تلخی یا نفرت کا اظہار لڑکے کے سامنے نہ کریں۔ ان کو اپنے شوہروں میں کوئی نہ کوئی خوبی تو نظر آئی ہوگی۔ بچے کے سامنے صرف وہی بیان کریں۔ اور اس کے غیر حاضر باپ کی برائیوں کو نظر انداز کر دیں انہیں یہ محسوس کرنا چاہیئے کہ اس طرح وہ اپنے شوہر کے ساتھ بے جا رعایت نہیں کر رہی ہیں۔ بلکہ اپنے بچے کے ذہن کو زہر آلود ہونے سے بچا رہی ہیں۔ کیونکہ اگر وہ اپنے باپ کی طرف سے بدظن ہو گیا تو ترقی نہ کر سکے گا بچے کے سامنے اس کے غیر موجود باپ کی تعریف کرتے وقت یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہ آپ سے محبت نہیں کرے گا۔ بلکہ اپنے باپ کے تصور کی پرستش کرنے لگے گا۔ اس کا باپ تو اس کے ذہن میں ایک تصور سے زیادہ نہ ہوگا۔ جبکہ آپ اس کی ماں ایک زندہ انسان کی شکل میں اس کے سامنے موجود ہوگی۔ اس لئے اس کی محبت کا اصل مرکز اس کی ماں ہی بنے گی۔

بعض خواتین پر ایک لڑکی یا کئی لڑکیوں کی پرورش اور تربیت کی ذمہ داری آ پڑتی ہے۔ یہ خواتین ان کے آگے ان کے باپ کی برائیاں بیان کرنے لگتی ہیں۔ ان کا خیال یہ ہوتا ہے۔ کہ اس طرح وہ اپنے باپ کی بجائے اپنی ماں سے زیادہ محبت کرنے لگیں گی۔ مگر یہ خیال درست نہیں ہے۔ ایسی لڑکیوں کے دلوں میں مرد ذات سے دشمنی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب جوان ہونے کے بعد ان کی شادی ہوتی ہے۔ تو وہ اپنے شوہر سے بھی نفرت کرنے لگتی ہیں اور یوں ان کی ازدواجی زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔

بن باپ کے بچوں کو پالنے پوسنے والی عورتوں کے سامنے ایک مسئلہ یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ ان بچوں کا خرچ اٹھانے کے لئے مردوں کی طرح کما کر لائیں۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے وہ اپنے بزرگوں سے مالی امداد لیتی ہیں یا پھر ملازمت یا کوئی اور ایسا دھندا کرتی ہیں جس سے کچھ آمدنی ہو۔

جن عورتوں کو ملازمت یا کوئی دھندا کرنا پڑتا ہے۔ ان کو ایک بڑی مشکل یہ پیش آتی ہے۔ کہ ان میں مرد بن کر کام بھی کرنا پڑتا ہے۔ اور عورت بن کر اولاد کو پالنا بھی پڑتا ہے۔ میری ایک سہیلی اس مشکل سے یوں عہدہ برآ ہوتی ہیں۔ کہ وہ دن بھر مرد بنی رہتی ہیں شام کو عورت بن جاتی ہیں۔ اتواروں کو ماں بیٹیاں پکنک پر جاتی ہیں اور اپنی اپنی سہیلیوں کو بھی ساتھ لے جاتی ہیں۔ اس طرح میری ان سہیلی کی زندگی خاصے مزے سے گزر رہی ہے۔

بن باپ کے بچے پالنے والی خواتین کو اپنے بچوں اور بچیوں کے لئے دوست اور سہیلیاں ضرور پیدا کرتے رہنا چاہیئے۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ ان کے بچوں اور بچیوں کو وقت گزاری کے لئے ساتھی مل جائیں گے چنانچہ وہ نہ تو تنہائی محسوس کریں گے نہ اس تنہائی کو دور کرنے کیلئے ماں سے زیادہ وقت کا مطالبہ کریں گے مگر اس سے بھی بڑا ایک اور فائدہ یہ بھی ہوگا کہ اگر بچے اور بچیاں اپنے دوستوں اور سہیلیوں سے ملتے جلتے نہ رہیں گے تو وہ ماں سے غیر ضروری وابستگی پیدا کر لیں گے۔ اور اس وابستگی کی وجہ سے آگے چل کر انہیں ماں سے جدا ہونے میں دقت محسوس ہوگی۔ اسی طرح بن باپ کے بچوں کی ماں کو اس بات کی احتیاط کرنی چاہیئے کہ وہ اپنی اولاد سے ضرورت سے زیادہ محبت نہ کرے بعض مائیں اپنے بچوں اور بچیوں پر لاڈ پیار کا مینہ سا برسا دیا کرتی ہیں۔ ان کا یہ طرز عمل اولاد کے ساتھ دشمنی بن جاتا ہے کیونکہ اولاد اس لاڈ پیار کی عادی بن جاتی ہے اور پھر ہر انسان سے اسی کا مطالبہ کرتی ہے جس کے پورے نہ ہونے کی صورت میں یا تو کڑھتی ہے یا لڑنے جھگڑنے پر اتر آتی ہے۔

اس بات سے ایک اور بات نکلتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ خواتین کو اولاد پر زیادہ تکیہ بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ زندگی میں وہ وقت ضرور آتا ہے جب لڑکے اور لڑکیاں شادیاں ہو جانے کے بعد اپنے اپنے گھر کے ہو جاتے ہیں۔ اگر ماں اولاد پر ضرورت سے زیادہ تکیہ کئے رہی ہو تو اس وقت اسے اپنی زندگی سونی نظر آنے لگتی ہے۔ اس صورتِ حال سے بچنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ شروع ہی سے اپنے لئے ایسے مشاغل کا انتظام کر لیا جائے جن سے بڑھاپے میں زندگی تنہا اور ویران نہ معلوم ہو۔

بعض عورتیں دوسری شادی کر لیتی ہیں اس صورت میں بچوں کو رضامند کرنے اور شادی کے بعد بھی خوش رکھنے کے لئے بڑی ہوشیاری درکار ہوتی ہے۔ غرض بن باپ کے بچوں کو پالنا بڑی نازک ذمہ داری ہے مگر جن عورتوں پر یہ ذمہ داری آ پڑے انہیں پوری کرنی ہی پڑتی ہے۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



## سہیل اختر

اشعار میں جو جذبۂ کامل دکھائی دے
ہر لفظ میں دھڑکتا ہوا دل دکھائی دے

پہنچے ہیں آج منزلِ دار و رسن پہ ہم
شاید یہیں وہ رونقِ محفل دکھائی دے

اتنا تو ہو خلوص و محبت کا خوں یہاں
کوچہ تمہارا کوچۂ قاتل دکھائی دے

الفت کی آگ میں جو جلیں، جل مریں مگر
تیرا وجود برف کی اک سِل دکھائی دے

اے کاش میری آنکھوں سے پردے اٹھیں سہیل
ہر نقشِ زندگی مجھے باطل دکھائی دے

## زینت عباس زینت

دل دردآشنا پہ اگر اختیار ہوتا
نہ خزاں میں دل تڑپتا نہ غمِ بہار ہوتا

تیری چاہتوں کا مجھ کو اگر اعتبار ہوتا
میری زندگی کا حاصل تیرا انتظار ہوتا

یہی آرزو ہے میری یہی مدعا ہے میرا
مجھے غم دیا ہے جس نے وہی غمگسار ہوتا

یہ الم نصیب دل ہے اسے کیا خوشی سے حاصل
اسے گر خوشی بھی ملتی تو بھی بیقرار ہوتا

یہ دل تیرا نہ زینت اگر حق شناس ہوتا
تیرے چہرہ صبیح پر نہ کبھی نکھار ہوتا

## شاہد لکھنوی

میرے لئے صحرا ہے بستی
وجہ سکوں اک تیری ہستی

لاکھ بچایا خود کو ہم نے
لیکن وقت کی چیرہ دستی

تیری مست نظر کا صدقہ
جام و سبو کی ساری مستی

لے ڈوبی ہے ان انسانوں کو
اخلاقی اقدار کی پستی

وقت کا پانسہ کیسا پلٹا
بھوک ہے مہنگی جان ہے سستی

پاس نہیں ہے وہ اپنے شاہد
رات ہے ناگن بن کر ڈستی

## اقبال منہاس

اب کسی چیز کا معیار نہیں ہے کوئی
آشنا سب ہیں مگر غمخوار نہیں ہے کوئی

تشنگی دھوپ ہے تپتے ہوئے صحراؤں کی
دور تک سایۂ دیوار نہیں ہے کوئی

دل میں بس جائے جو بن کر تیری خوشبوئے بدن
پھول وہ زینتِ گلزار نہیں ہے کوئی

کتنے یوسف ہیں کہ جن کی کوئی قیمت نہ پڑی
ہائے اب مصر کا بازار نہیں ہے کوئی

آپ منزل کا تعین تو کریں اے اقبال
ہم ہی سے تجھے انکار نہیں ہے کوئی

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



زندگی کے لوازمات

عصمت آرا سیّد

# جوتے — پاؤں کے محافظ

جوتے زندگی کے اُن لوازمات میں سے ہیں جن کے بغیر انسان کی زندگی آرام سے نہیں گزر سکتی۔ ان سے چلنے پھرنے میں آسانی ہوتی ہے یہی نہیں بلکہ پاؤں چوٹ اور گندگی سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔ صحت کے اعتبار سے جوتوں کا یہ فائدہ ہے کہ مٹی کے جراثیم اور حشرات الارض پاؤں کو گزند پہنچانے کے ناقابل ہو جاتے ہیں۔ جن قوموں نے زندگی میں عروج پا کر تہذیب کی بلندیاں حاصل کیں انہوں نے جوتوں کو جسم کی آرائش اور افزائش حسن کے لوازمات میں شامل کیا۔ اور ان میں طرح طرح کی اختراعات کر کے انہیں وضع اور خوبصورتی کے اعتبار سے دلکش اور دیدہ زیب بنانے کی کوشش کی۔ مگر موجودہ دور کا انسان ان کو دیدہ زیب بنانے کے علاوہ ان سے پاؤں کا آرام اور ان کا تحفظ بھی چاہتا ہے۔ یہ روش نہایت مناسب بھی ہے۔ اور معقول بھی۔ آپ یقیناً یہی چاہتی ہوں گی کہ ایسے جوتے پہنیں۔ جو خوبصورت اور پائیدار ہونے کے علاوہ آرام دہ بھی ہوں۔ اور ان سے پاؤں کی حفاظت بھی ہوتی رہے یہ مقاصد حاصل کرنے کے لئے جوتوں کے سلسلہ میں ذیل کی باتوں کا خیال رکھیئے۔

سب سے پہلا مسئلہ جوتوں کے پاؤں میں فٹ آنے کا ہوتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ کو اپنے پاؤں کی ناپ معلوم ہو مگر ناپ کا مطلب صرف پاؤں کی لمبائی نہیں ہے۔ آپ کو اس کی چوڑائی بھی معلوم ہونی چاہیئے۔ پاؤں کی صحیح ناپ معلوم ہونے سے صحیح سائز معلوم ہو جاتا ہے۔ اس سے پاؤں کے برابر کا جوتا خریدنے میں آسانی ہوتی ہے۔ مگر یہ معاملہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ ہر جفت ساز کمپنی کے سائزوں کے پیمانے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک کمپنی میں ۵ ½ کے سائز کا جو پیمانہ ہوتا ہے وہ پہلی کمپنی کے ۴ کے سائز کے برابر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر کمپنی کا وہ قالب یا سانچہ جس پر جوتا تیاری کے دوران میں چڑھایا جاتا ہے دوسری کمپنی کے قالب سے چھوٹا یا بڑا ہوتا ہے۔ اس لئے جوتے خریدتے وقت صرف اپنا سائز بتا دینے پر اکتفا نہ کیجئے۔ بلکہ دونوں کو پہن کر اس بات کا پوری طرح اطمینان کیجئے کہ یہ چھوٹے یا بڑے تو نہیں ہیں؟

ایک اور حل طلب مسئلہ یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ آیا بچوں کے لئے ایسے جوتے لینے چاہئیں جو اتنے فٹ ہوں۔ کہ ان کے پاؤں جکڑے سے جائیں؟ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ بچوں کو تنگ جوتے پہنانے سے ان کے پاؤں کی وضع اچھی نکل آتی ہے۔ مگر یہ خیال صحیح نہیں۔ بچوں کے جسم کے سب اعضا بڑی تیزی سے بڑھتے ہیں۔ اس لئے ان کے واسطے ناپ سے بڑے جوتے لینے چاہئیں اور ظاہری خوبصورتی سے زیادہ ان کی مضبوطی دیکھنی چاہیئے۔ خواہ نسبتاً زیادہ دام دینے پڑیں۔

جوتوں کے پاؤں میں فٹ آنے کی صورت یہ ہے کہ ایک تو آپ کے سیدھے کھڑے ہونے کی حالت میں پاؤں کا انگوٹھا جوتے کی "ٹو" کے سرے کو نہ چھوئے۔ دوسرے جوتے کی ایڑی کے اوپر کی دیوار آپ کی ایڑی سے آرام دہ طریقے سے ملی رہے۔ تیسرے دائیں بائیں کی دیواروں اور پاؤں کی جلد کے درمیان جگہ خالی نہ ہو۔ جوتے آپ کے پنجے دبا یا سکیڑ دیں نہیں؟

اس سلسلے میں دو باتیں خاص طور سے ذہن میں رکھنی چاہئیں۔

پہلی یہ کہ جس وقت آپ یہ دیکھیں کہ جوتے فٹ ہیں یا نہیں اس وقت دونوں پاؤں کے جوتے پہن کر دیکھیں۔ عموماً لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ ایک پاؤں کا جوتا پہن کر دیکھتے ہیں۔ اور اگر وہ فٹ آگیا ہو تو یہ سمجھ لیتے ہیں کہ دوسرے پاؤں کا بھی ٹھیک ہی ہوگا۔ مگر ایسا ہونا ضروری نہیں۔ بہت دفعہ دیکھا گیا ہے۔ کہ دوسرا پاؤں پہلے پاؤں سے قدرے چھوٹا ہوتا ہے اسی طرح

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



بعض انسانوں کے دونوں پاؤں میں بھی فرق ہوتا ہے یعنی ایک پاؤں دوسرے پاؤں سے ذرا بڑا یا ذرا چھوٹا ہوتا ہے۔ علم اجسام کے ماہرین نے سینکڑوں ہزاروں انسانوں کے پاؤں کا مشاہدہ کرنے کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ جو انسان "سیجے" ہاتھ کے ہوتے ہیں ان کا دایاں پاؤں بائیں پاؤں سے تھوڑا بڑا ہوتا ہے۔ اور "کھبے" انسانوں کا بایاں پاؤں دائیں سے کچھ بڑا ہوتا ہے۔ "سیجے" اور "کھبے" کا مطلب ہے "دایاں" اور "بایاں"۔۔۔ اس بات کو ذہن میں رکھنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ آپ جوتا خریدتے وقت دونوں پاؤں کے جوتوں کو پہن کر دیکھیں گی جس سے دائیں بائیں پیر کا فرق معلوم ہو جائے گا۔ یا اگر جوتوں میں فرق ہوگا تو وہ بھی ظاہر ہو جائے گا۔

جن خواتین کو یہ نکتہ معلوم نہ ہوگا وہ دائیں پیر کے جوتے کے فِٹ آجانے سے بائیں پاؤں کے جوتے کو بھی فِٹ سمجھ لیں گی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جوتا یا تو ان کا پیر دبائے گا جس سے ان کی پاؤں کی کھال پر یا آبلے پڑ جائیں گے یا وہ زخمی کر دے گا۔

اکثر جفت فروش گاہکوں کے پاؤں ناپ کر اس کے مطابق جوتا دکھاتے ہیں لیکن یہ بات خوب اچھی طرح یاد رکھنی چاہیئے کہ اگر آپ کا پاؤں ایسی حالت میں ناپا جائے گا جب آپ کرسی پر بیٹھی ہوئی ہوں تو اس حالت کی ناپ صحیح نہیں ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ بیٹھے ہونے کی حالت میں پاؤں کا انگوٹھا فطری انداز سے پھیلا ہوا نہیں ہوتا۔ چنانچہ ناپ چھوٹی رہ جاتی ہے۔ آپ جب کبھی نیا جوتا خریں تو کھڑی ہو کر ناپ دیں۔ اس وقت آپ کے پورے پاؤں کے ساتھ اس کا انگوٹھا بھی پوری طرح پھیلا ہوا ہوگا۔ جس سے پاؤں کی پوری لمبائی ناپی جائے گی۔ اور سیلز مین صحیح ناپ کا جوتا نکال کر دکھا سکے گا۔۔ یہ دیکھ لینے کے بعد کہ جوتے پاؤں میں فٹ ہیں ان کی بناوٹ کا جائزہ لینا چاہیئے۔ عموماً وہ جوتے اچھے ہوتے ہیں جن کے استر نرم میٹیریل کے ہوں اندر کی سلائی ہموار ہو اور ٹانکے کناروں کے زیادہ قریب نہ ہوں جوتے خریدتے وقت ان کی بناوٹ کا بغور جائزہ لیا جائے۔ جوتے دوپہر کے وقت خریدنے چاہئیں۔ کیونکہ اس وقت تک چلنے پھرنے کی وجہ سے پاؤں کی جسامت تقریباً پانچ فی صد پھیل چکی ہوتی ہے جس کی وجہ سے جوتا فِٹ ہونے میں آسانی ہو جاتی ہے ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ جوتے دیر تک پہنے رہنے سے ان میں پاؤں کی نمی سرایت کر جاتی ہے اس لئے کچھ دیر بعد جوتے اتار دینے چاہئیں تاکہ نمی خشک ہو جائے۔۔ غرض جوتے انسانی پاؤں کے محافظ ہوتے ہیں اس لئے ان کے انتخاب میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔

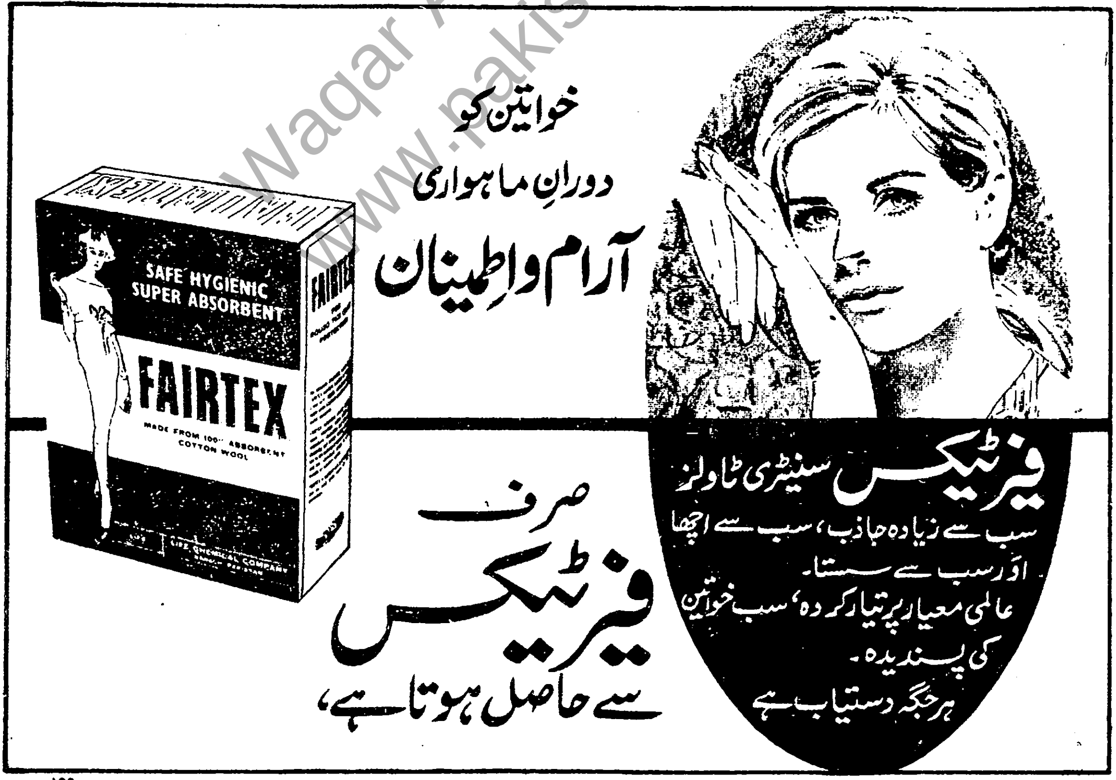


Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



عورتوں کی نفسیات

از:- بیگم طلعت

# محبوب بننے کا راز

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

کیا آپ نے کبھی اس پر غور کیا ہے کہ وہ کونسی خوبیاں ہیں جن سے ایک عورت دوسروں کی نگاہ میں پرکشش بن سکتی ہے اور ان کے دل میں گھر کر سکتی ہے۔ کئی عورتیں ایسی ہیں جو اپنی شیریں گفتاری اور اوضاع و اطوار سے بہت جلد ہر دلعزیز ہو جاتی ہیں۔ اس کے برعکس بعض عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن سے دوسری عورتیں نفرت کرتی ہیں اور ان کے پاس بیٹھنا تک گوارا نہیں کرتیں۔ اس صورتِ حال کے پس پردہ کئی عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ جو ایک عورت کی شخصیت کو اجاگر کرنے اور اسے اپنے حلقہ میں مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ دوسروں کے دلوں کو موہ لینے کی خوبی کوئی پیدائشی چیز نہیں ہے۔ بلکہ بعض اصولوں پر کاربند ہو کر ایک عورت محبوبیت کا درجہ حاصل کر سکتی ہے۔ آیئے ہم اس مسئلہ کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

اپنی شخصیت کو محبوب بنانے میں اپنی ظاہری شکل و شباہت اور لباس کو بنانا سنوارنا ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بعض عورتیں ایسی نظر آتی ہیں۔ جو جسمانی حُسن اور کشش رکھنے کے باوجود دوسروں کے دلوں میں گھر نہیں کر سکتیں۔ یہ ضروری نہیں کہ اپنے آپ میں جاذبیت پیدا کرنے کیلئے قیمتی لباس زیب تن کئے جائیں۔ لیکن جسم اور لباس کی صفائی ستھرائی اس میں اہم حصہ ادا کرتی ہے۔ گردآلود لباس اور چہرے اور بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ آپ کسی کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتیں۔ ہر عورت کو چاہیئے کہ وہ اپنے سن و سال کے مطابق صاف ستھرا لباس پہنے۔ اس چیز کی طرف سے کبھی لاپروائی نہیں برتنی چاہیئے۔ کیونکہ اس کا فقدان ایک عورت کو جاذبیت سے محروم کر دیتا ہے۔

لباس کی صفائی ستھرائی کی طرح چال ڈھال بھی کسی عورت کو جاذبِ نظر بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ بعض عورتیں اس اہم پہلو کی طرف توجہ نہیں دیتیں۔ ان کی رفتار میں تمکنت اور وقار نہیں ہوتا جس سے وہ دوسروں کی توجہ کا مرکز بننے کی ایک بنیادی خوبی سے محروم ہو جاتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ دوسروں سے میل جول اور برتاؤ میں خودپسندی کو جگہ نہیں دینی چاہیئے۔ کیونکہ اس سے دوسروں کے دل میں نفرت کے احساسات جنم لیتے ہیں۔

نرم اور لطیف آواز بھی ایک عورت کو جاذب اور توجہ کا مرکز بنانے میں ایک اہم عنصر کی حیثیت رکھتی ہے۔ بعض عورتیں فطری طور پر اس وصف سے محروم ہوتی ہیں۔ اور ان کی آواز میں دلکشی نہیں ہوتی لیکن وہ اس کی تلافی اس طرح کر سکتی ہیں کہ وہ اس موضوع پر کتابیں پڑھیں یا کسی ادارے میں اس کی تربیت حاصل کریں کہ خوش بیانی کا وصف کس طرح پیدا کیا جا سکتا ہے تربیت اور مزاولت سے ایک سخت اور کرخت آواز کو نرم اور شیریں آواز میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ یہ فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ آواز ایک فرد کی شخصیت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ایک چڑچڑے مزاج کی عورت کبھی دوسروں میں ہر دلعزیز نہیں ہو سکتی تمام عورتیں ایسی عورت سے دامن بچاتی ہیں۔ اس کے برعکس ہشاش بشاش اور ہنس مکھ عورتیں سب کے دلوں میں گھر کر لیتی ہیں۔ ایک عورت کو خوش مزاج ہونا چاہیئے۔ اور دوسروں سے گفتگو کرتے وقت اس کی پیشانی پر کبھی بل نہیں

(باقی برص)

Downloaded from https://paksociety.com



آنا چاہیئے۔ اس کے ساتھ وسعتِ نظر بھی ضروری ہے۔ ہمیشہ اپنی ذات موضوعِ بحث بنانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ دوسروں کے مسائل بھی ٹھنڈے دل سے سننے چاہیئیں۔

اپنی شخصیت کو محبوب بنانے کیلئے وسیع مطالعہ بھی ضروری ہے اس طرح آپ مختلف فکر و خیال کی عورتوں سے ہر موضوع پر بحث میں حصہ لے سکتی ہیں۔ اس کے لئے نہ صرف کتابوں کا مطالعہ کافی ہے۔ بلکہ نئی نئی جگہوں پر جانا اور مختلف الخیال عورتوں سے تبادلہ خیال بھی ضروری ہے اس سلسلے میں تعلیمی پروگراموں سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ بعض عورتیں ہر سماجی یا تعلیمی پروگرام کی مخالفت کرتی ہیں۔ اس طرح وہ تجسس کے جذبے سے محروم ہو جاتی ہیں۔ جس کی بدولت وہ زندگی کی بہت سی لذتوں سے آشنا ہو سکتی ہیں۔

ایک عورت اپنی پریشانیوں اور افکار کو دوسروں کے سامنے بیان کر کے نہ صرف سننے والوں کو پریشان کرتی ہے۔ بلکہ اپنی جاذبیت کو بھی کھو بیٹھتی ہے۔ تمام افراد ایسی عورت سے کتراتے ہیں جو ہمیشہ اپنی بدقسمتی کی شکایت کرتی رہتی ہے۔ وہی عورت زندگی میں کامیاب ہو سکتی ہے جو اپنا رنج و غم اپنے دل تک محدود رکھے۔ اور اس کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ کھیلتی رہے۔

---

(بقیہ صلا)

کے ہاں مہمان گئے ہوئے تھے۔ تم سے سودا کس طرح منگوا لیا" دکاندار سوچ میں پڑ گیا اور قریب تھا کہ وہ اپنی غلطی مان لے۔ مگر میرے شوہر اپنی عادت کے مطابق درمیان میں کود پڑے۔ اور کہنے لگے "چلو اب تو ایک سو نو روپے دس آنے ہی دے دو۔" مجھے ان کی اس بات پر غصہ آگیا اور میں نے انہیں دکاندار کے سامنے ہی جھاڑ دیا۔ "بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔ کہ میں پچھلے جمعے کو امی جان کے ہاں گئی ہوئی تھی۔ اور خود وہ بھی میرے ساتھ تھے۔ مگر دکاندار نے کہا۔ کہ پچھلے جمعے کو میں نے اس سے دو روپے دس آنے کا سودا منگوایا تھا۔ تو کہنے لگے۔ کہ اس کی غلط بات کو صحیح مانو اور اپنی غلطی کا اعتراف کر لو۔ حالانکہ میں صحیح بات کہہ رہی تھی۔ اصل میں وہ لڑنے جھگڑنے اور کسی سے الجھنے کے خلاف ہیں۔ اپنے حقوق چھوڑ دیتے ہیں۔ نقصان اٹھا لیتے ہیں بے عزتی برداشت کر لیتے ہیں۔ مگر جھگڑتے کبھی نہیں۔ میری سمجھ میں ان کی یہ ؟

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



فیچر

مسز خالدہ شفیع بریڈ فورڈ

# کیا یہ عورتیں کبھی بوڑھی نہ ہونگی؟

ساری دنیا میں یہ مقولہ چل رہا ہے کہ عورت کبھی اپنی صحیح عمر نہیں بتاتی کیونکہ عورت کی زندگی جوانی تک محدود ہے۔

عمر کے ساتھ عورت کی جاذبیت ختم ہوتی جاتی ہے۔ عورت کبھی یہ محسوس نہیں کرتی کہ جب وہ ماں بن جاتی ہے تو اس کی عظمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ ایک عظیم شخصیت بن جاتی ہے۔ دراصل عورت کا مقام صرف ماں ہونے سے بلند ہے۔ جوانی بڑی مختصر ہوتی ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

اس کے باوجود عورت بڑھاپے سے بہت خوفزدہ رہتی ہے بعض عورتیں ایسی بھی ہیں جو جوان نظر آتی ہے۔ اور ان کی اولاد ذرا بڑی ہو جائے تو وہ اپنی دوستوں سے اپنے بڑے بچے کا تعارف یوں کراتی ہیں "یہ میرا بھائی ہے!"

اس سے زیادہ عورت کی توہین نہیں ہو سکتی۔ بہر حال یہ کمزوری عورت میں موجود ہے۔ اور شیکسپیئر نے کیا خوب کہا "اے عورت! تیرا نام کمزوری ہے"

اپنے موضوع سخن کی طرف آتے ہوئے ہم اس دور میں یہ دیکھ رہے ہیں کہ بعض عورتیں شاید کبھی بوڑھی نہ ہوں گی۔ ان میں سے کچھ عورتیں تو ایسی ہیں جن کو قدرت نے اس قسم کا قد و قامت، صحت اور نقوش عطا کئے ہیں کہ وہ بوڑھی ہو کر بھی بوڑھی نہیں رہتیں۔ اور بعض اپنے حسن کو اس طرح قائم رکھتی ہیں کہ وہ بوڑھی نظر نہیں آتیں۔ انہیں اپنی صحت بحال رکھنے میں بڑی مہارت ہوتی ہے بلکہ وہ اس کے لئے بہت جدوجہد کرتی ہیں۔

یہ بات صرف اسی دور میں نہیں بلکہ ہزاروں برس پہلے بھی عورتیں اپنے حسن و جمال کو برقرار رکھنے کے لئے سرخی غازہ کا استعمال کرتی تھیں۔ بلکہ یوں کہیئے کہ پرانے زمانے میں تو بعض عورتیں آج کی نسبت زیادہ "میک اپ" کا سامان استعمال کرتی تھیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان کا سامان دیسی قسم کا ہوتا تھا۔ ابٹن وغیرہ بہت ہی قدیم اشیاء میں سے ہے۔ ایک طرف تو یہ معاملہ ہے کہ ایک عورت بظاہر بوڑھی نظر آتی ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ چالیس سے اوپر ہے لیکن وہ اپنی عمر ۲۰ برس بتاتی ہے دوسری طرف یہ بات بھی ہمارے سامنے ہے کہ ایک عورت صاف اعتراف کرتی ہے کہ اس کی عمر چالیس برس کے لگ بھگ ہے لیکن وہ بیس برس سے زیادہ معلوم نہیں ہوتی۔

ان چند عورتوں کا تذکرہ بے محل نہیں ہو گا جنھوں نے عمر کی دیواریں توڑ کر رکھ دی ہیں جینا لولو بریجیڈا مشہور اطالوی اداکارہ ہے جب وہ ۲۱ برس کی تھی تو وہ اتنی چھوٹی معلوم ہوتی تھی کہ بعض امیر لوگ اسے متبنیٰ بنانا چاہتے تھے۔ اب اس کی عمر ۴۱ سال ہے اور اس کی رعنائیاں اب بھی ہوش و حواس کو لوٹ لیتی ہیں۔ اس وقت بھی بعض ناقدین کا خیال ہے کہ وہ دنیا کی حسین ترین عورتوں میں سے ایک ہے۔ اس وقت جب وہ کارات کے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



کلبوں میں ناچ کرتی ہے تو بالکل چودہ پندرہ برس کی معلوم ہوتی ہے۔ یہ حسن اور صحت خداداد ہے

یہی حال صوفیہ لورین کا ہے اس کی عمر ۳۵ برس کی ہے وہ خود کہتی ہے میں ۳۵ برس کی ہوں۔ لیکن لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولتی ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ ۱۹-۲۰ برس کی دکھائی دیتی ہے۔ اگر صوفیہ کی کوئی جوان بیٹی ہوتی اور اس کے ساتھ جا رہی ہوتی تو یقیناً کوئی یہ نہ سمجھتا کہ یہ ماں بیٹی ہیں بلکہ بیٹی کی نسبت صوفیہ زیادہ جوان معلوم ہوتی۔

مارلین ڈیٹرج بہت پرانی اداکارہ ہے اس وقت اس کی عمر ۶۵ برس سے اوپر ہے یہ اس کی تازہ ترین تصویر ہے کیا وہ ۶۵ برس کی معلوم ہوتی ہے؟

ثریا کسی وقت ایران کی ملکہ تھی اب اسے شہزادی ثریا کہا جاتا ہے ۳۶ برس کی ہو چکی ہے لیکن اسے دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۲۴ یا ۲۵ برس سے زیادہ نہیں

امریکہ کے صدر کینیڈی آنجہانی کی بیوہ جیکی اس وقت چالیس برس سے اوپر ہے لیکن اس کے جمال میں فرق نہیں آیا۔ اور نہ ہی جوانی کو کوئی صدمہ پہنچا ہے اس کے

حسن و جمال ہی کے باعث دنیا کے بہت بڑے رئیسوں میں سے ایک رئیس اناسس نے اس سے شادی کر لی اب وہ جیکی اناسس ہے اور اپنے حسن کی تازگی اور رعنائی کا مظاہرہ کر رہی ہے

Downloaded from https://paksociety.com



افسانہ

سعیدہ افضل

# پہلی محبّت

آج فرخندہ زندگی کے دوسرے دور میں داخل ہو رہی تھی وہ ایک ایسا قدم اٹھا رہی تھی جو اسے ذلّت و نکبت کی طرف لے جا رہا تھا۔ وہ گھر کی جنت سے اپنے آپ کو دوزخ میں دھکیل رہی تھی۔ وہ معصوم قہقہوں سے کان بند کر کے گریہ و زاری کی طرف بڑھ رہی تھی۔ تباہی صرف تباہی

فرخندہ کا خاوند اختر حسن ایک بیحد شریف، حد سے زیادہ بردبار اور بہترین خوبیوں کا مالک تھا۔ اس کے ماتھے پر کبھی تیوری نہیں پڑی تھی۔ اس کی زبان پر کبھی گالی نہیں آئی تھی۔ وہ سمجھتا تھا کہ اس نے اپنی بیوی اور بچوں کے لئے گھر کو جنت بنا دیا تھا۔ کم از کم وہ یہی محسوس کر رہا تھا کہ وہ جنت میں ہے۔ ایک بچی، ایک بچہ اور پھر اس کا لامحدود پیار اور شاید یہی زندگی کا کوئی پہلو ہوگا جو اس نے اپنی بیوی کے لئے تشنہ چھوڑ دیا ہو۔

فرخندہ کو شاید یہی دُکھ تھا کہ آج تک اس کے شوہر نے اسے دُکھ نہیں پہنچایا۔ شاید شوہر کو اتنا بھی مرنجاں مرنج نہیں ہونا چاہیئے ؟؟

آج اس کی شادی کو دس برس گزر چکے ہیں۔ اور دس برس گزرنے کے باوجود اس کی پہلی محبت نہ مر سکی۔ شادی سے پہلے وہ ممتاز سے محبت کرتی تھی۔ ممتاز شہر چھوڑ کر بہت دُور چلا گیا لیکن وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ فرخندہ اطمینان سے لبریز زندگی بسر کرے۔ وہ آغاز میں خط لکھتا رہا، ہو سکتا ہے کہ اختر حسن کو ان خطوط کا علم ہو گیا ہو لیکن اس کی شرافت کی یہ حد تھی کہ اس نے کبھی اپنی بیوی پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ غالباً اس کا یہ خیال تھا کہ ایک دن یہ تاریکیاں چھٹ جائیں گی۔

دو چار برس تک خطوط کا سلسلہ بند ہو گیا۔ لیکن آج سے ایک برس پہلے یہ سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔ اور اب کے ان خطوں میں انتہائی محبت جتائی جا رہی تھی۔ ممتاز فرخندہ پر یہ ظاہر کرنے لگا کہ اب وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکے گا۔

فرخندہ کے دل و دماغ میں پہلی محبت مکمل طور پر پیدا ہو چکی تھی اس نے ماحول سے آنکھیں بند کر لیں۔ ضمیر کی کھڑکیاں آہستہ آہستہ بند ہونے لگیں۔ آٹھ برس کی بچی اور پانچ برس کے بچے کی محبت آہستہ آہستہ دل سے زائل ہونے لگی۔ اور ممتاز کی محبت نے آخر فتح پائی۔

گاڑی چھوٹنے میں تھوڑی دیر باقی تھی۔ وہ کھڑکی میں بیٹھی خدا جانے کیا سوچ رہی تھی۔ اس کے دونوں بچے اور شوہر پلیٹ فارم پر کھڑے تھے دونوں بچے بار بار یہ کہہ رہے تھے۔

"امی آپ جلد لوٹ آیئے گا۔ آپ کے بغیر ہم بہت اداس ہو جائیں گے"

وہ کہہ رہی تھی۔

"ہاں ہاں میں بہت جلد آ جاؤں گی"

جب اس نے بچوں کے معصوم چہرے کی طرف دیکھا تو اس کے سینے کے اندر ایک آنسو نے طوفان برپا کرنا چاہا۔ لیکن فرخندہ نے اس قطرے کو اندر ہی دبا دیا۔ وہ کہیں دُور اندھوں کی طرح دیکھنے لگی۔

اس نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔

"بچو اپنے ابّا کو پریشان نہ کرنا۔ ہاں۔ بیٹی راشدہ میری بلّی کو دودھ پلاتے رہنا"

بیٹے نے ہمک کر کہا: "نہیں امی۔ ہم کوئی شرارت نہیں کریں گے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



آپ جلدی آئیں اور ہمارے لئے تحفے تو ضرور ہی لائیں گی؟"

ماں نے کہا "کیوں نہیں ضرور!"

اختر حسن خاموش کھڑا دیکھ رہا تھا۔ اس نے دونوں بچوں کے ہاتھ پکڑ رکھے تھے۔ اور جب انجن کا بھونپو بجا تو بچے بہت بے قرار ہو گئے باپ نے دونوں کو پکڑے رکھا۔ گاڑی حرکت میں آگئی۔ دونوں بچوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ ہاتھ ہلانے لگے۔ فرخندہ شیشے میں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر اچانک دردناک لہر سی اٹھی لیکن پھر ایک مسکراہٹ پیدا ہوگئی۔ جب تک گاڑی پلیٹ فارم سے آگے نہ نکل گئی۔ بچے ہاتھ ہلاتے رہے اور فرخندہ اپنے خیالوں میں کھوئی رہی۔

اپنے شوہر اور بچوں سے اس نے یہ کہا تھا کہ وہ اپنی خالہ کی لڑکی کی شادی پر جا رہی ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ ممتاز کے پاس کوئٹہ جا رہی تھی وہ اپنے آپ سے کہنے لگی۔

"میں نے ممتاز کی خاطر یہ قدم بھی اٹھا لیا ہے۔ بیچارے بچوں کو کیا معلوم کہ میں کدھر جا رہی ہوں۔ میں اپنی پہلی محبت کو نہ بھلا سکی اختر نے مجھے کبھی دکھ نہیں پہنچایا لیکن ممتاز کچھ اور ہی ہے، کتنا شوخ، کتنا باتونی، ہر بات میں مزاح۔ ہر حرکت میں ایک نئی بات ــــ میں اس کو نہ بھلا سکی۔ اپنے دو بچوں کو میں ہمیشہ کیلئے چھوڑ رہی ہوں۔ لیکن ممتاز۔"

فرخندہ نے ایک لمبی سانس بھری۔ اور پھر نشست کی پشت کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔ ضمیر اور نفس کے درمیان ایک کشمکش سی جاری ہوئی۔

مجھے بچوں کا تو خیال رکھنا چاہیئے تھا۔ اختر کتنا شریف انسان ہے میں نے اس کی شرافت کو ٹھکرا دیا۔ میں نے ماتا کے نام پر سیاہی پھیر دی۔ لیکن نہیں ــــ یہ زندگی میری اپنی زندگی ہے مجھے اپنی مسرتوں میں کھو جانا چاہیئے۔ بچوں کا سرپرست باپ ہے۔ ان کی پرورش اس کے ذمہ ہے میں محبت کی دنیا کی طرف جا رہی ہوں ــــ لیکن مجھے ایک رقعہ لکھ کر وہاں چھوڑ آنا چاہیئے تھا۔ میں نے اچھا کیا نہیں لکھا۔ جب میں اور ممتاز مسرت بھری زندگی بسر کرینگے تو پھر قریباً ایک برس بعد اپنے بچوں کو اطلاع دوں گی اگر وہ چاہیں گے تو مجھے آکر مل لیں گے۔"

ماتا کو سینے سے چھیل کر باہر پھینکنا کوئی آسان کام نہیں فرخندہ مسلسل اسی کشمکش میں مبتلا رہی۔ چہرے کے اتار چڑھاؤ صاف نظر آ رہے تھے

نفس اور ضمیر کی یہ پیکار کئی گھنٹے جاری رہی۔ اسے یہ احساس نہ رہا کہ اس کے سامنے ایک اور خاتون بھی بیٹھی ہے۔ آخر جب شام ہوئی تو اس کے سینے کا بوجھ ذرا ہلکا ہوا۔ سامنے بیٹھی ہوئی خاتون نے مسکرا کر کہا۔

"میں بہت دیر سے اس کوشش میں تھی کہ آپ سے بات کروں لیکن آپ کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ آپ کو اپنے بچوں کو چھوڑنے کا بہت دکھ ہوا ہے"

فرخندہ نے کہا "کیا کہا آپ نے؟"

اس خاتون نے کہا "وہ بچے تھے نا آپ کے؟ میں نے لاہور اسٹیشن پر انہیں دیکھا تھا۔"

فرخندہ نے کہا "جی ہاں۔ میرے بچے تھے"

اس خاتون نے بڑے خلوص سے کہا "کتنے پیارے بچے تھے وہ ان کی باتوں اور حرکتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ آپ سے بے اندازہ محبت کرتے ہیں"

فرخندہ نے یوں جواب دیا گویا وہ کسی اور خیال میں ڈوبی ہوئی تھی "جی ہاں!"

خاتون نے کہا "آپ بہت خوش قسمت ہیں لیکن . . . ."

فرخندہ نے کہا "لیکن؟"

خاتون نے غمناک لہجے میں کہا "لیکن میں بہت ہی بدقسمت ہوں میرے ہاں کوئی بچہ نہیں ہوا"

فرخندہ کے دل میں اپنے بچوں کا فخر کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس نے اپنے پرس میں سے دونوں بچوں کی تصویریں نکالیں اور اس عورت کے ہاتھ تھما دیں۔

"یہ لڑکی دیکھ رہی ہیں یہ بڑی ذہین ہے۔ اس کا نام نسرین ہے اور بڑی فرمانبردار ہے۔ آٹھ دس برس کی عمر کیا ہوتی ہے لیکن اس کی استانیاں اس کی بہت تعریف کرتی ہیں۔ اور یہ دیکھ رہی ہیں۔ میرا منٹو۔ بڑا شرارتی اور کھلنڈرا بھی بہت ہے"

فرخندہ کی ہمسفر خاتون تصویریں دیکھنے میں مگن ہوگئی۔ فرخندہ نشست پر نیم دراز ہوگئی۔ ہمسفر خاتون نے تصویریں اپنی مٹھی میں بھینچ لیں اور دیر تک سوچتی رہی۔ غالباً وہ اسی خیال میں ڈوب گئی کہ کاش اس کے بھی بچے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



ہوتے تو وہ بھی آج ایک ماں بن کر اپنے بچوں پر فخر کرتی ۔

ادھر فرخندہ کے دل میں ایک کسک پیدا ہوئی اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اور سوچنے لگی ۔

مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ میں اپنے بچوں پر فخر کروں۔ میں ایک سنگدل ماں ہوں۔ میں اپنے بچوں کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر جا رہی ہوں میں ۔۔۔"

وہ یہ باتیں سوچ ہی رہی تھی کہ اچانک بہت بڑا دھماکا ہوا۔ اس شور سے سارا جنگل گونج اٹھا۔ بہت بھیانک دھماکا۔ فرخندہ کو صرف اتنا یاد ہے۔ کہ گویا کسی نے اسے اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ اور وہ پھر تاریکی ہی تاریکی۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ ہسپتال کے بستر پر تھی اس نے اردگرد دیکھا شاید یہاں اس کے بچے موجود ہوں لیکن وہاں کوئی نہ تھا تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹھنڈا سا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھا گیا۔ یہ نرس تھی ۔ وہ کہنے لگی ۔

" آپ کوئی فکر نہ کریں آپ کو معمولی چوٹ آئی تھی ۔ آپ کے سر پر کوئی بڑی چوٹ نہیں آئی۔ مس شاہینہ ۔۔۔ "

فرخندہ نے چونک کر کہا "مس شاہینہ؟ لیکن میں مس شاہینہ تو نہیں۔ میرا نام تو فرخندہ ہے "

نرس نے مسکراتے ہوئے کہا "سر پر چوٹ لگنے کی وجہ سے شاید آپ کی یادداشت جاتی رہی ہے ۔ ایک پرس آپ کے قریب ہی پڑا ملا تھا جس میں مس شاہینہ کا کارڈ تھا۔ خیر ہم آپ کو فرخندہ ہی کہیں گے!"

فرخندہ کے ذہن میں معاً ایک تجویز آگئی۔

" نہیں۔ نرس تم مجھے شاہینہ ہی کے نام سے پکارو لیکن ہوا کیا تھا"

نرس نے جواب دیا "میں ابھی آئی آپ کے لئے چائے اور ٹوسٹ لے آؤں"

فرخندہ سوچنے لگی "شاہینہ ۔۔۔ فرخندہ نہیں شاہینہ!"

ابھی وہ اسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی کہ نرس ناشتہ لے کر آگئی۔

فرخندہ چائے پی رہی تھی۔ اور نرس بتا رہی تھی۔

"گاڑی کو بڑا افسوسناک حادثہ پیش آیا۔ گاڑی کانٹا بدلنے والے کی غلطی سے اس لائن پر چلی گئی ۔ جہاں پہلے ایک مال گاڑی کھڑی تھی

گاڑی کی رفتار بہت تیز تھی ۔ ٹکر بڑی خوفناک ہوئی۔ کئی اشخاص جان بحق ہو گئے ۔ سارے اخبارات میں اس حادثے پر بہت افسوس کا اظہار کیا جا رہا ہے ۔ آپ اگر چاہیں تو ہم آپ کے عزیزوں کو مطلع کر سکتے ہیں آپ پتا بتا دیں "

فرخندہ نے کہا "میں بعد میں پتا بتاؤں گی پہلے مجھے یہ تو بتاؤ کہ میرے کمپارٹمنٹ میں ایک خاتون میرے ساتھ بیٹھی تھیں غالباً ان کا نام بیگم اختر حسن تھا ان کا کیا ہوا؟"

نرس نے کہا "میں ہسپتال کا ریکارڈ دیکھ کر آپ کو بتا سکوں گی اس وقت آپ بالکل اطمینان سے لیٹ جائیں زیادہ دماغ سوزی نہ کریں مس شاہینہ!"

نرس مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی ۔

فرخندہ پھر اسی سوچ میں ڈوب گئی "میرے ذہن میں ایک تجویز آچکی ہے ۔ اب میں مس شاہینہ ہوں" ہسپتال والوں نے غلطی سے اسے شاہینہ تصور کر لیا تھا" اسی لئے تو میں نے نرس سے اپنے متعلق دریافت کیا ہے اگر واقعی ان کے خیال میں میں مر چکی ہوں تو اختر حسن مجھے بیوفا نہیں کہے گا ۔ اور نہ ہی میں اپنے بچوں کی آئندہ زندگی پر اثر انداز ہوں گی کبھی ان کو کوئی نہیں کہے گا کہ ان کی ماں گھر سے بھاگ کر اپنے آشنا کے ہاں چلی گئی تھی ۔ قدرت نے میرے لئے کیسا دلچسپ موقع فراہم کیا ہے ۔ خدا کرے ایسا ہی ہو"

اتنے میں نرس دودھ کا گلاس لے کر آگئی فرخندہ نے گلاس میز پر رکھ دیا ۔ اور بڑی بے تابی سے نرس کی طرف دیکھا

" کہو نرس کچھ پتا چلا۔ میری ہم سفر بیگم اختر حسن کا؟"

نرس نے غمناک لہجہ میں کہا "شاہینہ! مجھے افسوس ہے کہ آپ کی ہم سفر بیگم اختر حسن اس دنیا میں نہیں ۔ وہ بہت بری طرح کچلی گئی تھی ۔ یہاں تک اس کو پہچاننا بھی مشکل ہو گیا تھا ان کے شوہر مسٹر اختر حسن بھی نہیں پہچان سکتے تھے لیکن کتنی دردناک بات ہے کہ مرنے والی کی مٹھی میں دو تصویریں تھیں ۔ وہ تصویریں اس نے بڑی مضبوطی سے پکڑی ہوئی تھیں۔ بڑی مشکل سے مٹھی کھولی گئی ۔ یہ اس کے دو بچوں کی تصویریں تھیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے وہ اپنے بچوں سے کس قدر محبت کرتی تھی"

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



فرخندہ کے سینے میں اچانک ہوک اٹھی۔ بلند آواز سے "آہ" کی آواز لبوں سے پیدا ہوئی۔

نرس نے چونک کر کہا۔

"کیوں؟ کیا ہوا؟ شاید آپ کو بھی اس بے چاری ماں پر ترس آگیا ہے۔ تم زیادہ فکر نہ کرو۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہے۔ ہاں میں کیا کہہ رہی تھی مرحومہ کے خاوند نے ان تصویروں سے پہچان لیا کہ یہ ان کی بیوی کی لاش ہے وہ لاش لے کر کل ہی واپس چلے گئے تھے۔ خیر۔ تقدیر سے کون لڑ سکتا ہے۔ آپ نے مجھے اپنے گھر والوں کا پتا نہیں بتایا؟"

فرخندہ نے کہا "میرے متعلق تم کوئی زحمت نہ کرو۔ میرا کوئی بھی نہیں" یہ الفاظ اس کے حلق میں اٹک گئے تھے۔ وہ چیخ مار کر رونا چاہتی تھی۔ لیکن اس کی آنکھوں کے سامنے پھر ممتاز کی تصویر ناچنے لگی ـــ وہ سوچ رہی تھی ـــ

"اب میں بالکل آزاد ہوں۔ نئے سرے سے میری زندگی کا آغاز ہوگا زندگی کا بالکل ہی نیا باب شروع ہوگا۔ وہ ممتاز کے ساتھ نئے رومان میں کھو جائے گی ـــ خدا کرے مجھے کوئی نہ پہچانے۔"

ہسپتال سے صحت یاب ہونے کے بعد وہ اپنے آپ کو شال میں لپیٹ باہر نکلی اور پہلی گاڑی سے کوئٹہ پہنچ گئی۔

ممتاز سوئی گیس کے ادارے میں کام کرتا تھا۔ اور کوئٹہ سے کوئی تیس میل دور سوئی گیس کی ایک کالونی میں قیام پذیر تھا۔ فرخندہ بڑی مشکل سے وہاں پہنچی۔ ممتاز گھر پر نہ تھا۔ وہ گھر کے باہر سیڑھیوں میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگی۔ شام کے قریب ممتاز واپس آیا۔ سیڑھیوں میں فرخندہ کو دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا۔

"فرخندہ! میری آنکھیں مجھے کہیں دھوکا تو نہیں دے رہیں؟ کیا واقعی تم ہو؟"

"ہاں" فرخندہ نے جواب دیا۔ پھر اس نے لاہور سے روانہ ہونے کے بعد اور گاڑی کے حادثہ میں زخمی ہونے اور ہسپتال پہنچنے تک کے تمام واقعات سنا دیئے۔ ہسپتال کی نرس سے حادثہ کی جو تفصیل معلوم ہوئی تھی وہ بھی بتائی۔ کہ کس طرح ہمسفر خاتون کا جسم بری طرح کچلا گیا کہ شناخت ہی نہیں ہو رہا تھا کہ یہ کس خاتون کی لاش ہے۔ آخر اس کی بند مٹھی کو بڑی محنت سے کھولا گیا اس میں اس کے بچوں کی تصویروں کی وجہ سے وہ لاش بیگم فرخندہ اختر حسن کی بن گئی۔ میرے شوہر اختر حسن بھی جائے حادثہ پر پہنچے اور وہ ـــ صرف اس تصویر کے شبہ پر لاش کے پیچھے کھچے چلے لے کر واپس لاہور چلے گئے انہیں یہ یقین ہو چکا تھا کہ یہ لاش میری ہی ہے اب تک قبر پر میرے نام کا کتبہ بھی لگ چکا ہوگا۔ اور میں فرخندہ نہیں بلکہ مس شاہینہ ہوں۔

سارے واقعات سننے کے بعد ممتاز نے کہا "چلو یہ بھی اچھا ہوا۔ اب دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مجھ سے جدا نہیں کر سکتی۔"

کچھ عرصہ کے بعد ان دونوں نے نکاح کر لیا۔ اور ان کی رومان انگیز زندگی کا آغاز ہوا۔ ان کی جوش محبت کا یہ عالم تھا کہ شاید یہ جوڑا کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوگا۔ ممتاز دفتر جاتا تو وقت سے پہلے واپس گھر آجاتا۔ فرخندہ کی محبت میں فنا ہو جاتا۔ فرخندہ کو یوں معلوم ہوتا کہ دنیا میں روشنی ہی روشنی ہے مسرت ہی مسرت ہے۔ ہر طرف اسے درخشانی اور تابانی نظر آتی تھی۔ محبت کے جادو نے ان کو بالکل ہی مسحور کر دیا تھا اس عالم میں فرخندہ اپنے بچوں کو بالکل ہی فراموش کر چکی تھی۔ وہ سمجھنے لگی کہ ان کا کبھی کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ لیکن یہ سب تو دھوکا دہی تھی بچوں کی محبت اس کے لاشعور کی تہوں میں دب کر رہ گئی تھی۔ اس محبت کو کرید کر باہر نہیں پھینکا جا سکتا تھا۔ بچوں کی محبت کی آگ خواہ سرد ہو چکی تھی لیکن راکھ کے ڈھیر تلے چنگاری تو موجود تھی۔

اس چکا چوند روشنی کے بعد جو اندھیرا پیدا ہوتا ہے فرخندہ اس سے بے خبر تھی۔ اندھی محبت کا جوش کب تک رہ سکتا ہے سیلاب اور طوفان ایک وقت کے لئے سب کچھ اپنے سامنے بہا کر لے جاتے ہیں۔ لیکن کب تک؟

اس غلط محبت کی پاداش اسے بہرحال ملنے والی تھی خواہ اس میں کتنی تاخیر ہو جائے۔ لیکن سزا ضرور ملتی ہے۔

اس جوش و خروش کے لمحے دنوں، مہینوں اور برسوں میں بدل گئے۔ اور اس طرح پانچ برس گزر گئے۔

یہ محبت بگولہ بن کر اٹھی تھی اور آخر یہ بگولہ آنکھوں سے اوجھل ہونے لگا۔ جسمانی اور نفسانی محبت ـــ اپنا رنگ بدلنے لگی اندھے

Wadar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



عشق کا الاؤ ٹھنڈا پڑنے لگا۔ ممتاز کے مزاج میں بیزاری اور بے رخی کے آثار پیدا ہوئے۔ فرخندہ جانتی تھی کہ وہ اب واپس نہیں جا سکتی اس کی نئی زندگی ممتاز کے ساتھ شروع ہوئی ہے اور خاتمہ بھی یہیں ہوگا۔ اس لئے وہ ہر طریقہ سے ممتاز کو خوش رکھنے کی کوشش کرتی۔ لیکن ممتاز اب اکتا چکا تھا وہ فطرتاً شریف النفس انسان نہیں تھا۔ کبھی یہ کہتا کہ میری تنخواہ تھوڑی ہے۔ گھر کا خرچ کیسے چلاؤں۔ فرخندہ نے اس لئے کبھی اس سے زیور یا لباس کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ وہ ہر حال میں خوش رہنا چاہتی تھی اس کے باوجود ممتاز اس سے دور ہوتا جا رہا تھا۔

اب وہ شعلہ بجھ چکا تھا جو بڑی تیزی سے بھڑک اٹھا تھا۔ لیکن فرخندہ کی زندگی کی ڈور اسی شعلے سے بندھی ہوئی تھی۔ کم بخت یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ ڈور بھی اس شعلے سے جل کر راکھ ہو جائے گی۔

ممتاز کی محبت اب دھواں بن کر اڑ رہی تھی۔ کچھ مدت تک یہ دھواں بھی فضا میں تحلیل ہو کر رہ جائے گا۔ اور پھر کچھ بھی نہیں ہوگا۔

اسی بے بسی کے عالم میں ایک برس اور گزر گیا۔ اب ممتاز یہ عہد کر چکا تھا۔ کہ کسی طرح وہ اس عورت سے پیچھا چھڑائے۔

ایک دن ممتاز رات کو بہت دیر سے گھر پہنچا فرخندہ نے اس سے ذرا سخت الفاظ میں پوچھا "آپ اتنی رات تک کہاں تھے؟ آپ کو اب اس امر کا احساس نہیں رہا۔ کہ میں گھر پر اکیلی ہوتی ہوں"

ممتاز نے جل بھن کر کہا "تم یہ سمجھتی ہو کہ میں ہر وقت تمہارے ساتھ بندھا رہوں۔ آخر دفتر میں کچھ کام بھی ہوتا ہے"

فرخندہ نے کہا "مجھے آپ سے یہ بات سننے کی توقع نہ تھی۔ آخر اس وقت بھی دفتر کا کام ہوتا تھا جبکہ آپ دفتر کا کام چھوڑ کر وقت سے پہلے گھر آ جاتے تھے۔ اور اب . . ."

ممتاز نے بات کاٹ کر کہا "گولی مارو اس وقت کو، وہ وقت اور تھا۔ اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ تم مجھ پر حکومت کرو گی تو یہ تمہاری بہت بڑی بھول ہو گی۔ میں آزاد ہوں جیسا چاہوں کروں۔ مجھے کوئی قید نہیں کر سکتا۔"

فرخندہ یہ بات سن کر خاموش ہو گئی۔ اسے یوں محسوس ہوا کہ وہ ہزاروں من بوجھ تلے دب کر رہ گئی ہے۔

اب ممتاز کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ وہ رات کو دیر سے گھر آتا اور فرخندہ ایک عورت تھی وہ جانتی تھی کہ مرد جب رات کو دیر سے گھر میں آتا ہے تو اس کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ یقیناً کوئی اور عورت درمیان میں موجود ہوتی ہے ـــــ ایک رات تو حد ہو گئی۔ وہ بار بار کھڑکی کی طرف دیکھتی لیکن ممتاز کا کہیں نشان نہ تھا۔ کبھی وہ کھڑکی کی طرف جھانکتی کبھی دوڑ کر باورچی خانے کی طرف جاتی۔ تاکہ ممتاز کا کھانا گرم رکھے۔ جب تک ممتاز نہیں آتا تھا تو وہ کھانا بھی نہیں کھاتی تھی۔

کوئی رات کے گیارہ بجے اس کی ہمسائی نے اس کے دروازے پر دستک دی فرخندہ نے دروازہ کھولا۔ ہمسائی نے کہا۔

"بیگم ممتاز۔ تمہارا ٹیلیفون آیا ہے۔ ممتاز کی آواز معلوم ہوتی ہے" فرخندہ دوڑتی ہوئی ساتھ والے کوارٹر میں گئی۔

"ہیلو!"

"فرخندہ۔ میں ہوں ممتاز۔ دیکھو میں تمہیں پہلے ٹیلیفون نہ کر سکا۔ مجھے ضروری کام ہے۔ دیر سے آؤں گا۔ شاید رات بھر نہ آؤں میرا انتظار نہ کرنا۔ اچھا خدا حافظ"

لیکن اس کے ساتھ ہی فرخندہ کو ٹیلیفون پر ایک شرارت انگیز قہقہہ سنائی دیا یہ عورت کا قہقہہ تھا۔

فرخندہ بالکل ہی کھوئی گئی۔ اسے یوں محسوس ہوا کہ اس کے تن بدن میں گردش کرتا ہوا خون اچانک تھم گیا۔ اس نے ایک مشین کی طرح کہا ـــ "خدا حافظ!"

وہ واپس اپنے گھر میں آ گئی۔ اور دیر تک سوچتی رہی

"اب ممتاز کا جی بھر گیا ہے۔ اسے میری ضرورت نہیں رہی۔ کوئی دوسری عورت اس کی نفسانی خواہشات کے لئے اس کے ساتھ ہے میں نے مسرتوں اور نعمتوں سے بھرپور گھر کو چھوڑا۔ وہ گھر جو اس کے لئے جنت کا نمونہ تھا۔ جہاں اس کا خاوند اسے کسی لمحہ بھی دکھ دینے پر آمادہ نہ ہوا۔ میں نے اس جنت کو اس دوزخ میں تبدیل کیا۔ صرف ممتاز کی محبت کے لئے اور ممتاز کی محبت دھواں بن کر فضا میں اڑ چکی ہے۔"

اس رات ممتاز گھر نہ آیا۔ فرخندہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی لیکن ممتاز نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ اس حالت میں ایک دو مہینے اور گزر گئے۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ ممتاز نے وقتاً فوقتاً فرخندہ کو پیٹنا شروع کر دیا۔ اور یہاں تک کہہ دیا۔

دیکھو بیگم اختر حسن صاحبہ۔ تم نے اپنے خاوند سے وفا نہیں کی تو مجھ سے کیا وفا کرو گی؟"

یہ اس کی عزتِ نفس کی ذلت کی انتہا تھی۔ شاید اس کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ اسے اب یقین ہو گیا کہ ممتاز اس سے نفرت کرتا ہے۔ محبت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا — اب وہ یہاں نہیں ٹھہر سکتی۔

اس نے تہیہ کر لیا۔ کہ وہ واپس اپنے گھر چلی جائے گی وہ اختر حسن کے پاؤں پکڑ لے گی۔ اور اب وہ ایک مثالی عورت اور ماں بن کر دکھائے گی اب اس کی آنکھیں کھل چکی تھی۔

وہ کیا کہے گی۔ قریباً ساڑھے چھ برس تک وہ کہاں رہی وہ تو اس قابل نہیں رہی کہ وہ اپنے شوہر اور اپنے بچوں کو منہ دکھا سکے۔ ان کیلئے تو وہ مر چکی ہے وہ اسے زندہ دیکھ کر خوش ہوں گے یا اس سے نفرت کریں گے اس حادثے کے بعد اسے فوراً گھر پہنچ جانا چاہیئے تھا۔ کچھ بھی ہو وہ واپس جائے گی۔ جھوٹ بولے گی۔ اور ایک من گھڑت قصہ بیان کرے گی۔ کہ حادثے کے بعد اس کے دماغ کو صدمہ پہنچا اور وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھی۔ اور اب یادداشت تازہ ہونے پر وہ واپس آ گئی ہے۔

دہاں سے رخصت ہونے سے پہلے اس نے آئینے میں اپنی صورت دیکھی۔ ممتاز کی بے وفائی اور بہیمانہ سلوک کے باعث اس کا حسن ختم ہو چکا تھا۔ چہرے پر جھریاں تھیں۔ آدھے سر سے زیادہ بال سفید ہو چکے تھے۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے۔

ممتاز تو اس کے جسم سے کھیلنا چاہتا تھا۔ اس کے حسن کی بہار لوٹنا چاہتا تھا اور بس۔ وہ بہار باقی نہیں رہی تو میں ایک بیکار سی شے بن کر رہ گئی۔ وہ مجھ سے نفرت کرنے لگا۔ چند روز بعد اس نے ممتاز سے کہا کہ وہ اسے طلاق دے دے۔ اور وہ واپس لاہور جانا چاہتی ہے۔ ممتاز فوراً طلاق پر رضامند ہو گیا

الصبح فرخندہ لاہور پہنچی رکشا پر بیٹھ کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئی۔ جب وہ گھر کے قریب پہنچی تو اس نے رکشا چھوڑ دیا۔ اور آہستہ آہستہ دروازہ کے قریب گئی تو اس کی ٹانگوں میں کپکپی سی پیدا ہوئی۔ وہ اپنے شوہر اور اپنے بچوں کو کیا منہ دکھائے گی۔ چھ سات برس گزر گئے اس نے ایک بار بھی انہیں خط نہ لکھا۔ خیر۔ وہ انہیں حیران کرنا چاہتی ہے لیکن کیوں؟ — کس بنا پر؟ کس کردار کی روشنی میں؟

اس نے کھڑکی کے شیشے میں سے جھانک کر دیکھا

اس کی بیٹی نسرین اب بہت بڑی ہو چکی تھی۔ وہ ہاتھ میں تازہ پھولوں کے ہار لئے کھڑی تھی اور ساتھ ہی اس کا پیارا منٹو بھی کھڑا ہے ایک طرف اس کا شوہر کھڑا ہے۔ اس کے چہرے پر غم کے آثار نمایاں ہیں وہ کہہ رہا ہے "بچو! آج تمہاری ماں کی برسی ہے۔ آج اس کے لئے دعا مغفرت کرو۔ غریبوں کو کھانا کھلاؤ اور یہ پھول اپنی ماں کی قبر پر ڈال آؤ۔"

فرخندہ نے یہ بھی دیکھا کہ دیوار پر اس کی بڑی تصویر آویزاں ہے۔ اس کے بعد کمرے سے تینوں کی قرآن کریم کی تلاوت کی آوازیں آنے لگیں — فرخندہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ وہ سوچنے لگی۔

"ایک میں تھی۔ میں نے اپنے بچوں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا اور ایک یہ ہیں کہ میری یاد سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔ اور حسن اختر بھی دوسری شادی کرنے پر مائل نہیں ہوا۔ میں نے اپنے ذلیل کردار کا ثبوت دیا۔ اور اس گھر میں نیکی اور خلوص کے سوا اور کچھ نہیں — نہیں — نہیں۔ میں اس قابل نہیں کہ ان کی خوشیوں کو ملیامیٹ کر دوں ان کے ذہن میں میرا ایک اعلےٰ تصور موجود ہے۔ میں کیا تھی؟ یہی ان کی دنیا ہے۔ اگر انہیں اب معلوم ہو گیا کہ میں کیا ہوں اور کہاں رہی ہوں۔ تو ان کی زندگی پر غم و اندوہ کی گھٹا چھا جائے گی یہ تینوں پھر کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔"

ان تینوں میں سے کسی کو بھی یہ علم نہ ہو سکا کہ فرخندہ ان کی کھڑکی میں کھڑی جھانکتی رہی ہے اور جھانک کر واپس چلی گئی ہے فرخندہ نے خاموشی سے اپنے آپ کو راوی کی موجوں میں گم کر دیا ❊

---

## کپڑوں میں خوشبو — بالکل مفت

کپڑوں میں مہک پیدا کرنے کا ایک آسان سا طریقہ یہ ہے کہ ان کے درمیان صابن کی چھ ٹکیاں رکھ دیجئے اور ان کے ریپر ایک طرف سے کھول دیجئے صابن کی خوشبو کپڑوں میں رچ جائے گی ❊

Downloaded from https://paksociety.com



افسانہ

رفعت افزا

# فریب نظر

شیریں کی زندگی میں اچانک ایک ایسا دردناک انقلاب آیا جس سے اس کی زندگی کے سارے پہلو تاریک ہو کر رہ گئے۔ وہ ایک تر و تازہ پھول کے مانند بہاروں میں لہلہا رہی تھی کہ اچانک خزاں کے ہاتھ نے بڑھ کر نہ صرف وہ پھول توڑا۔ بلکہ پاؤں تلے مسل ڈالا۔

وہ کراچی کے پارسی خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کا شوہر رستم جی ایک بڑی فرم میں اچھے عہدے پر ملازم تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ ان کے نزدیک زندگی صرف قہقہوں کا مجموعہ تھی وہ یہ سمجھتے تھے کہ زندگی میں صرف پھول ہیں، بہاریں ہیں۔ اور ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوائیں ہیں۔ وہ اس حقیقت سے بالکل ہی بے خبر ہو چکے تھے کہ اس زندگی میں کانٹے بھی ہوتے ہیں۔ خزائیں بھی آتی ہیں۔ اور خوفناک گرم ہوائیں بھی چلتی ہیں۔

آج ان کا بچہ پانچ برس کا ہو چکا تھا۔ اور پہلی مرتبہ سکول جا رہا تھا شیریں کے چہرے پر مسکراہٹیں کھیل رہی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد رستم ہنستا ہوا شیریں کے پاس آیا اور کہنے لگا

"ڈیئر۔ آج دفتر کے کچھ دوستوں نے سمندر کی سیر کا پروگرام بنایا ہے۔ موٹر بوٹ میں ذرا دور تک جائیں گے"

رستم ایک بڑا حسین نوجوان تھا۔ اس کے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹیں ناچتی رہتی تھیں۔ اس کے تمام دوست بھی اس سے بیحد محبت کرتے تھے اور شیریں تو اس کی پرستش کرتی تھی۔ شادی کے قریباً چھ برس میں آج تک اس نے شیریں کے نازک دل کو کبھی ٹھیس نہ لگنے دی۔ ان کا گھر ہمیشہ خوشیوں کا گہوارہ بنا ہوا نظر آتا تھا۔

شیریں نے مسکراتے ہوئے رستم کو رخصت کیا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

شام تک رستم لوٹ کر نہ آیا تو وہ ذرا فکرمند سی ہو گئی۔ لیکن پھر اس نے اپنے آپ کو تسکین دی "دوستوں کے ساتھ دیر ہو ہی جاتی ہے"۔

کچھ اور اندھیرا چھا گیا تو اس کے دل میں ایک ہول سا اٹھا۔ وہ کچھ ڈر سا محسوس کرنے لگی "اس کا رستم اتنی دیر تک کبھی باہر نہیں رہا"

ایک لمحہ کیلئے اس کے دل و دماغ میں کئی واقعات گھوم گئے۔ پھر آنکھوں میں ہلکے سے آنسو لہرائے لیکن پھر غمگین سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پیدا ہوئی۔ اور وہ سوچنے لگی۔

"تم تو خواہ مخواہ وہموں میں ڈوب گئی ہو۔ ایسی باتیں تو سوچنی بھی نہیں چاہئیں!"

وہ انہی خیالوں میں غرق تھی کہ باہر دروازے پر کسی نے دستک دی۔ وہ بھاگی ہوئی باہر گئی۔ اسے وہ خبر سنائی گئی جس کے لئے وہ کسی حالت میں بھی تیار نہ تھی۔

"ہمیں بہت افسوس ہے۔ آپ کا شوہر موٹر بوٹ الٹ جانے کے باعث سمندر میں ڈوب گیا۔ لاش ابھی تک نہیں مل سکی"

شیریں کو یوں محسوس ہوا کہ اس سے سب کچھ چھین لیا گیا وہ بیہوش ہو کر گر پڑی۔ کیا اس زندگی میں ایسا بھی ہوتا ہے؟ اس نے کبھی نہ سوچا تھا

❖ ❖ ❖

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



اس واقعہ کو ایک برس گزر گیا۔ شروع شروع میں اس نے سوچا تھا۔ کہ وہ کبھی دوسری شادی نہیں کرے گی۔ وہ اپنے بچے کو دیکھ کر زندہ رہے گی۔ لیکن اس دنیا کے لوگ زندہ نہیں رہنے دیتے۔ وہ حسین تھی، جوان تھی۔ عیب یہ دونوں چیزیں موجود ہوں تو پھر لوگوں کی زبان کون پکڑ سکتا ہے۔ سب سے زیادہ تو اپنے ہی رشتہ دار اس کے متعلق افواہیں اڑانے لگے۔ اس نے جو اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا وہ اس پر قائم نہیں رہ سکے گی۔ یہ دنیا والے اسے مجبور کر رہے تھے۔

"یا تو اپنے متعلق بے سروپا اور ذلیل قسم کی باتیں سننے کے لئے تیار رہو یا پھر اپنی زندگی کا راستہ بدل دو۔" رستم کی بیمہ کی رقم اسے مل چکی تھی۔ اور وہ اسی پر قناعت کر کے زندگی کے دن بسر کر رہی تھی۔

رستم کے دفتر ہی میں ایک اور نوجوان سہراب کام کرتا تھا۔ رستم اور سہراب دونوں بڑے گہرے دوست تھے۔ رستم کی موت سہراب کیلئے بھی بہت روح فرسا تھی۔ وہ کئی دنوں تک کھویا کھویا پھرتا رہا۔ جب بھی وہ شیریں سے ملنے آتا تو وہ اس غمزدہ عورت اور یتیم بچے کو دیکھ کر بے حال ہو جاتا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے۔

وہ اکثر شیریں کے ہاں آنے جانے لگا۔ وہ ایک شریف النفس نوجوان تھا۔ اور شیریں کی بہت قدر کرتا تھا۔ اور ہمدردی کے جذبے نے بھی اسے مجبور کر دیا تھا کہ وہ شیریں کے غم میں برابر کا شریک رہے گا۔

اسی طرح کئی مہینے گزر گئے۔ اور پھر لوگوں کی زبان پر چبھتے والے فقرے دہرائے جانے لگے۔ اور اس عرصے میں سہراب بھی شیریں کے بہت نزدیک آ گیا تھا لیکن اس نے زبان سے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ اس نے تو عہد کر رکھا ہے کہ وہ دوبارہ شادی نہیں کرے گی۔ وہ بھی اسے کسی حالت میں مجبور نہیں کرے گا، اس ذکر سے اس کے دل کو ٹھیس لگے گی۔

لیکن جب لوگوں کی باتوں نے اس کے نازک آبگینہ کو سرے سے توڑ ہی دینا چاہا تھا۔ تو اس نے سوچا کہ اب اسے شیریں کے سامنے سینہ سپر ہو جانا چاہیئے۔ تنہا، بے بس اور غمزدہ جوان عورت کو طعن و تشنیع کے تیروں سے صرف وہی اسے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

شیریں کو بھی ان طعنوں کا پتا چل گیا۔ وہ اپنے بچے کے لئے زندہ رہنا چاہتی تھی اپنے لئے نہیں۔ سہراب نے اس کا غم دُور کرنے کیلئے انتہائی شرافت اور غیر معمولی اعلٰی کردار کا ثبوت دیا تھا۔ آج تک اس نے اپنی زبان سے ایک بھی لفظ ایسا نہ نکالا جس سے شیریں کی توہین کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔

آخر ایک دن سہراب نے شیریں سے کہا "میں جو کچھ ہوں تمہیں معلوم ہے۔ لیکن میرے اور تمہارے متعلق جس قسم کی شرانگیز افواہیں پھیلائی جا رہی ہیں۔ وہ میں برداشت نہیں کر سکتا میں کوئی بھی ایسی بات نہیں سننا چاہتا جس سے تمہارے دل کو صدمہ پہنچے۔ اس لئے دو ہی راستے ہیں۔ پہلا یہ کہ میں تمہارے راستے سے بالکل ہٹ جاؤں ـــ اور ـــ یا پھر ـــ" وہ خاموش ہو گیا۔ وہ شیریں کے چہرے کی طرف نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ شیریں بھی کہیں دور نگاہیں جمائے کچھ سوچ رہی تھی۔ اس نے کہا ـــ

"سہراب میں جانتی ہوں کہ 'یا پھر' کے بعد تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میں اپنے اُن الفاظ کو نبھا نہ سکوں گی جو میں نے رستم کی موت کے بعد کہے تھے اور تم ـــ اور تم میرے تمام جذبات سے خوب واقف ہو۔ میں اب کیا کہوں۔ اس کے سوا کہ . . ."

سہراب نے کہا "شیریں! تم اپنا فقرہ مکمل نہ کرو۔ میں کس قدر خوش قسمت ہوں۔ میں تمہارا ہوں اور اب تمہیں صرف اس پہلو سے سوچنا چاہیئے کہ رستم دوبارہ زندہ ہو گیا ہے۔"

ان دونوں نے عہد کر لیا کہ وہ ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے ہو جائیں گے۔ سہراب شیریں کے بچے کو بہت زیادہ چاہتا تھا۔ اور شیریں کو اس بات سے پورا اطمینان تھا۔ اس کے بچے کی زندگی میں خلا پیدا ہو چکا تھا وہ بہت حد تک سہراب نے پُر کر دیا تھا۔ اس نے کبھی یہ محسوس نہ ہونے دیا کہ اس کا باپ اس دنیا میں نہیں اور اس دنیا میں بہت کم لوگ ہیں جو دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا تصور کریں۔

آج شیریں سہراب کے والدین کے ہاں جانے والی تھی سہراب کا خیال تھا کہ وہ اب بہو کی صورت میں اس کے والدین سے ملے اور وہ اس کے بعد اپنے ارادہ کا اعلان کر دے گا۔

شیریں کی زندگی میں ایک بار پھر اطمینان اور مسرت کی جھلک پیدا ہوئی۔ وہ ایک ہیئر ڈریسر سے بال بنوانے گئی اس کے بعد وہ سہراب

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



کے والدین کے ہاں جائے گی۔ بال بنوا کر باہر نکلی تو اس نے دور ہی سے دیکھا کہ کوئی شخص بس پر سوار ہو رہا ہے۔ وہ ٹھٹھک کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے قدم زمین میں گڑ گئے۔

"یہ تو رستم تھا۔"

اچانک سوئی ہوئی محبت، پوری شدت سے بیدار ہو گئی۔ وہ دیوانہ وار بس کی طرف دوڑی۔ اور پاگلوں کی طرح پکارنے لگی۔

"رستم! رستم!! رستم!!!"

شاید رستم تک یہ آواز نہ پہنچ سکی۔ وہ بس پر سوار ہو کر چلا گیا۔ وہ بھاگی ہوئی گھر پہنچی ادھر سہراب اور اس کے والدین گھر پر انتظار کر رہے تھے۔ جب وہ وقت پر نہ پہنچی تو سہراب شیریں کے ہاں آیا۔ اور آتے ہی شیریں نے چیخ کر کہا

"سہراب۔ تم جانتے ہو میں نے کیا دیکھا۔ میں نے رستم کو دیکھا ہے وہ زندہ ہے۔ سہراب! رستم زندہ ہے!"

اس کے بعد شیریں نے بس کا واقعہ اسے سنایا۔ اُدھر رستم کو دیکھ کر شیریں کے سینے میں اسی پہلی زندگی کا جذبہ موجزن ہو گیا۔ وہ دل میں کہنے لگی۔

"میں تو اسی وقت جانتی تھی کہ رستم نہیں مر سکتا۔ جب اس کی لاش نہ مل سکی تو ہر وقت یہ خیال میرے دل میں رہتا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ رستم زندہ ہو اور اب تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ رستم زندہ ہے میں نے کئی افسانوں میں یہ پڑھا ہے کہ حادثے کے بعد کئی لوگ اپنی یادداشت کھو بیٹھتے ہیں۔ رستم کو بھی اس حادثے میں دماغ پر صدمہ پہنچا ہو گا۔ اور وہ یادداشت کھو بیٹھا ہو گا ورنہ وہ ضرور گھر آتا۔"

شیریں نے اپنے اس خیال کا اظہار سہراب کے سامنے بھی کیا۔ اگرچہ سہراب کو اس ناگہانی واقعہ سے ایک دھچکا سا لگا لیکن دوسرے لمحہ ہی میں وہ سنبھل گیا۔

"شیریں۔ میں صرف تمہاری خوشی کے لئے زندہ ہوں۔ میں رستم کو ڈھونڈنے کیلئے دن رات ایک کر دوں گا!"

شیریں کی آنکھوں کے سامنے گزشتہ زندگی کے تمام واقعات گھومنے لگے۔

پہلے دن جب وہ رستم سے ملی تھی ایک ڈاکٹر کے ہاں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ یہ بات اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔ کہ یہ ملاقات ان کو ہمیشہ کے لئے ایک کر دے گی۔ ڈاکٹر کے معائنہ کے بعد جب وہ باہر نکلی تو رستم اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بڑی پُرخلوص اور پیاری مسکراہٹ نمودار تھی۔ بعد ازاں ملاقاتیں ہوتی رہیں اور چھ مہینے کے بعد ان کی شادی ہو گئی۔ شیریں اس سے بے پناہ محبت کرنے لگی۔ وہ ایک مثالی خاوند تھا۔ ایک سچا اور مخلص انسان تھا۔ اس کے دل کی گہرائیوں میں شیریں کی محبت کے سوا اور کچھ نہ تھا اس طرح دن مہینوں اور مہینے برسوں میں گزر گئے خوشیوں اور مسرتوں سے بھرپور لمحے گزرتے گئے۔ آخر ایک دن وہ آیا جب اسے یہ خبر سنائی گئی۔ پھر اندھیرا ہی اندھیرا۔ اور پھر روشنی کی کرن بیدار ہوئی۔ جب سہراب اس کی زندگی میں آیا۔

اس نے رستم کو بس میں دیکھا تو اچانک اس کی زندگی میں ایک اور موڑ آ گیا۔

سہراب یہ محسوس کر رہا تھا کہ اگر رستم زندہ ہے تو پھر اس کی زندگی میں تاریکی کے سوا اور کچھ نہیں رہے گا۔ لیکن وہ صرف شیریں کی خوشی چاہتا تھا۔ وہ ایک اعلیٰ کردار کا نوجوان تھا۔ اگرچہ اسے یقین تھا کہ رستم مر چکا ہے۔ لیکن وہ سخت الفاظ میں شیریں کو آگاہ نہیں کرنا چاہتا تھا اس نے صرف یہ کہا۔

"شیریں! نا ممکن ہے یہ سراسر تمہارا وہم ہی ہے"

شیریں نے جواب دیا "وہم کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

ان حالات میں سہراب سے شادی معرضِ التوا میں پڑ گئی۔ شیریں جانتی تھی۔ کہ سہراب کی حالت ابتر ہو رہی ہے۔ لیکن وہ مجبور تھی۔ اگر رستم زندہ ہے۔ تو پھر وہ اس سے کیسے شادی کر سکتی ہے۔

ایک دن اس کی سہیلی زرانگیز دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی اور اس نے بڑی گھبراہٹ میں اسے بتایا۔

"شیریں۔ رستم زندہ ہے۔ میں نے آج اسے ایک ٹیکسی میں دیکھا تھا میں اسے پکارتی رہی بلکہ میں تو سڑک پر بھاگتی رہی لیکن اس نے میری کوئی آواز نہ سنی۔ شیریں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ رستم ہی تھا۔ شیریں رستم زندہ ہے"

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



اب شیریں کا یقین پختہ ہوگیا۔ اگرچہ اس طرح پانسہ پلٹ جانے سے سہراب کے دل میں ایک ہیجان سا برپا تھا۔ لیکن رستم کی تلاش میں شیریں کے ساتھ تھا۔

جب رستم کا کوئی سراغ نہ ملا تو سہراب نے کہا۔

"شیریں۔ مجھے یقین ہے۔ کہ رستم زندہ نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے اس کا کوئی ہم شکل ہو۔ بہرحال تمہیں یقین ہے کہ وہ زندہ ہے لیکن میں ہمیشہ تمہارا رہوں گا۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے میں تمہارا انتظار کرونگا۔"

شیریں نے اخبارات میں رستم کے متعلق اشتہار دیا۔ رستم کے چچا نے جب یہ اشتہار پڑھا تو اس نے شیریں کو خط لکھا۔ کہ وہ اس کے ہاں آئے شیریں فوراً وہاں پہنچی وہ گول کمرے میں بیٹھی انتظار کرنے لگی تو اچانک رستم اندر آیا۔ شیریں دیوانہ وار اس سے لپٹ گئی اور کہا۔

"رستم تم کہاں تھے؟ کیا تم اتنے سنگدل ہوگئے ہو۔ کہ مجھے اور ننھے کو بھول گئے ہو۔ میری طرف اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو کیا تم مجھے پہچانتے نہیں" اس نوجوان نے کہا۔

"میں رستم نہیں ہوں۔ اس کا جڑواں بھائی ہوں۔ میرا نام نوروز ہے ـــ!"

شیریں کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔

نوروز نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا "مجھے چچا نے بتایا تھا۔ کہ تم نے ایک اشتہار دیا ہے اور تمہیں ابھی تک اس امر کا یقین نہیں تھا کہ رستم مرچکا ہے۔ شاید تم نے مجھے پہلے بھی دیکھ لیا ہوگا۔ اس لئے تم اس وہم میں مبتلا ہوگئی میں بہت مدت ہوئی کراچی چھوڑ کر ولایت چلا گیا تھا۔ میرا والدین سے کسی بات پر تنازعہ ہوگیا تھا میں ان کیلئے مرچکا تھا۔ ابھی چند دن ہوئے واپس آیا ہوں اور یہاں آکر مجھے معلوم ہوا کہ میرا بھائی مرچکا ہے البتہ تمہارے متعلق مجھے کچھ معلوم نہ ہوسکا۔"

شیریں ایک عجیب تذبذب میں مبتلا ہوگئی۔ ہوبہو رستم اس کے سامنے تھا۔ لیکن وہ رستم نہیں تھا۔ نوروز نے اصرار کیا کہ وہ اپنے بھائی کے بیٹے کو ضرور دیکھے گا۔ چنانچہ شیریں اسے اپنے گھر لے آئی۔ اور جب ننھے نے نوروز کو دیکھا تو وہ دوڑ کر اس سے لپٹ گیا "ڈیڈی! تم کہاں چلے گئے تھے" "ننھے! میں تمہارا ڈیڈی نہیں ہوں تمہارا چچا ہوں۔"

نوروز کئی دن تک شیریں کے ہاں رہا۔ ننھا بھی اس سے بہت مانوس ہوچکا تھا اسے اپنے باپ کی صورت نظر آرہی تھی۔ اور شیریں کو اپنے خاوند کی۔ نوروز نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی۔ کیوں شادی نہیں کی تھی؟ وہ کوئی معقول دلیل نہ دے سکا۔ اور ادھر شیریں ہوبہو رستم کی صورت سامنے پاکر دل ہی دل میں کچھ سوچنے لگی۔ کئی بار یہ کمزوری اس پر غالب آنے لگی اور وہ یہ چاہتی تھی کہ وہ نوروز سے شادی کرلے۔

کئی روز تک وہ شیریں کے ہاں مقیم رہا۔ اور اس مدت میں شیریں نے یہ محسوس کرلیا کہ وہ رستم سے بالکل مختلف انسان ہے۔ بلکہ بالکل متضاد بعض اوقات وہ رات باہر ہی بسر کرتا اور جب شیریں اس سے پوچھتی تو وہ ادھر اُدھر کی بات کرکے ٹال جاتا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رستم کی طرح اس کا دل صاف نہیں۔ وہ کچھ پُراسرار سا آدمی ہے اور پُراسرار آدمی ہمیشہ خوفناک ہوتے ہیں۔

بہت دنوں تک وہ نوروز کو پرکھتی رہی اور بالآخر وہ اس نتیجہ پر پہنچی کہ وہ نہ صرف بالکل کھوکھلا سا آدمی ہے بلکہ اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کون ہے اور کیا ہے۔ شروع شروع میں شیریں اس میں دلچسپی لینے لگی تھی۔ اور شاید وہ کسی کمزور لمحہ میں اس سے شادی بھی کرلیتی لیکن وہ جلد ہی سنبھل گئی۔

نوروز نے بھی کوئی خاص اصرار نہ کیا اور واپس جانے کی اجازت مانگی آج وہ نوروز کو ریلوے سٹیشن پر چھوڑنے گئی۔ ٹرین چلے جانے کے بعد جب وہ سٹیشن سے باہر نکلی۔ تو سہراب کار میں بیٹھا اس کا انتظار کررہا تھا۔

---

## گھر سے باہر جاتے وقت

اگر آپ گھر کو قفل لگاکر باہر جارہی ہوں تو خواہ کتنی ہی تھوڑی دیر کے لئے جانا ہو تمام برقی سوچ آف کرکے جایئے۔ گیس بھی بند کیجئے۔ سب نلکے خیال کرکے بند کیجئے۔ اور کھڑکیاں بھی بند کرتی جایئے۔ اگر آپ کئی ہفتے تک کے لئے جارہی ہوں تو فرج کا سوچ آف کردیجئے۔ اور پلگ نکال لیجئے۔ ایسی چیزیں جو ضائع ہوسکتی ہیں فرج کے اندر چھوڑ کر نہ جایئے۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



افسانہ

واجدہ تبسم

# جب آگ پھول بنی

نسیمہ کو ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے اس کے سر پر مصیبت کا پہاڑ پڑنے کو ہے جس کے نیچے وہ کچل کر مرجائے گی۔ اور یہ پہاڑ جمیل تھا۔

اسے پہلے تو اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہ آیا تھا کہ یہ جمیل ہے وہ سمجھی تھی جمیل کا جو ڈراؤنا تصور کبھی کبھی اس کے ذہن میں آجایا کرتا ہے۔ وہی اس وقت بھی اس کی نگاہوں کے سامنے آ کھڑا ہوا ہے۔ مگر جب اس نے غور سے دیکھا تھا تو معلوم ہوا تھا کہ وہ تو سچ مچ کا جمیل ہے۔ کمرے کے دروازے کے قریب کھڑا بہترین سوٹ میں ملبوس ہے۔ اور ان مردوں اور عورتوں سے مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہا ہے جنہوں نے اسے گھیر رکھا ہے

ہر چند نسیمہ جمیل کو غیر متوقع طور پر دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔ اور اس کے ہوش و حواس جواب دینے لگے تھے۔ پھر بھی اس نے ایک بار اپنی پوری قوت ارادی سے زور لگا کر سوچا تھا۔ اس کے رشتے کے ایک بھائی نے اپنے بیٹے کی شاندار کامیابی کی خوشی میں پورے خاندان کی ضیافت کی ہے۔ وہ اس ضیافت میں شریک ہے۔ مہمان مردوں اور عورتوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے ہیں۔ ان میں ایک ہی خاندان کے افراد ہونے کی وجہ سے پردہ نہیں ہے۔ جگہ جگہ مرد عورت ٹولیوں کی شکل میں بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے ایک دوسرے سے باتیں چیتیں کر رہے ہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جمیل یہاں آیا ہوا ہے۔ نسیمہ نے خود سے کہا۔ جمیل تو ایک مدت ہوئی یہاں سے چلا گیا تھا۔ کئی برس سے اسے خاندان کی کسی تقریب یا ضیافت میں بھی نہیں دیکھا گیا۔ اب یہ اچانک کہاں سے اور کس طرح نمودار ہو گیا۔

اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا مگر یہ ظاہر تھا کہ جمیل اس کیلئے مصیبت کا ایک زندہ پہاڑ ہے۔ اگر وہ دوبارہ اس شہر میں وارد ہو گیا ہے۔ تو یہ پہاڑ اس پر ضرور ٹوٹے گا۔ اور اس کی مسرتوں اور اس کے ارمانوں، اس کے مستقبل بلکہ اس کی زندگی تک کو چکنا چور کر ڈالے گا۔

اس کا سر بُری طرح چکرا رہا تھا۔ اور دل کا یہ حال تھا کہ پریشانی اور تشویش سے اس طرح دھڑک رہا تھا۔ جیسے سینہ توڑ کر باہر نکل آنے کیلئے بیقرار ہے۔

وہ کئی منٹ تک آنکھیں بند کئے بیٹھی رہی مگر جب اس نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ وہی منظر سامنے ہے۔ جو چند منٹ پہلے تھا اور جمیل اسی طرح دروازے کے قریب کھڑا انہی مردوں اور عورتوں سے اسی انداز سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہا ہے۔ جو اس کا مخصوص انداز ہے۔

اچانک جمیل نے نسیمہ کی طرف دیکھا نسیمہ نے اسے اپنی طرف دیکھ کر نظر بچانے کی کوشش کی۔ مگر بے اختیار اس کی آنکھیں جمیل کی آنکھوں سے جا ٹکرائیں۔ اگلے لمحے وہ خوف سے لرز اٹھی۔

پھر جمیل نے بڑے زور سے قہقہہ مارا۔ وہ ابھی تک اپنے اردگرد کھڑے ہوئے لوگوں ہی سے باتیں کر رہا تھا۔ مگر نسیمہ کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اس کی پریشانی بھانپ گیا ہے۔ اب وہ اسی سے مخاطب ہے اور وہ اس پر طنز سے قہقہے مار رہا ہے۔

"نسیمی، نسیمی!" اس کی ایک سہیلی سلطانہ نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے! خیریت تو ہے؟"

Downloaded from https://paksociety.com



نسیمہ نے فوراً اس تنکے کا سہارا لیا "ہاں" وہ بولی "کل سے میری طبیعت خراب ہے۔ راشدہ بھابی نے ضیافت میں شریک ہونے پر زور دیا۔ تو ادھر چلی آئی۔ مگر اس وقت طبیعت اچانک بگڑ گئی ہے"۔

"ہاں" سلطانہ نے اس کا بازو تھام لیا "تمہارے چہرے کا رنگ اُڑا ہوا ہے۔ اور ابھی چند منٹ پہلے تم نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں تو تمہارا جسم اس طرح کانپ رہا تھا جیسے گر پڑنے کو ہے چونکہ تم کونے میں بیٹھی ہو اس لئے کسی کی نظر نہ پڑی۔ مگر میں تمہاری طرف دیکھ رہی تھی۔ چنانچہ فوراً اٹھ کر ادھر آگئی ہوں"۔

نسیمہ نے کہا "تمہارا بہت بہت شکریہ۔ سلطانہ باجی اس وقت مجھے تمہاری امداد کی بڑی ضرورت ہے۔ میں اس تقریب میں سے فوراً اٹھ کر گھر نہیں جا سکتی کیونکہ راشدہ بھابی بُرا مان جائیں گی"۔

"ہاں بھئی" سلطانہ بولی "ان کے اکلوتے بیٹے کے امتحان میں کامیاب ہونے کی تقریب ہے نا۔ بُرا تو ماننا ہی چاہئیے" اور اس کے قریب کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور باتوں کا لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا۔

اب نسیمہ کو کچھ کچھ قرار آیا۔ اس نے سوچا۔ جمیل سے سامنا ہونے کی مصیبت اس طرح ٹل جائے گی۔ یا کم از کم اس تقریب کے دوران تو ٹلی ہی رہے گی سی کے ساتھ اسے یہ خیال بھی آیا کہ شاید جمیل صرف اس تقریب میں شرکت کیلئے آیا ہوا ہو۔ اس کے بعد اس شہر سے چلا جائے اس خیال سے اس کی اور دلجمعی ہو گئی

سلطانہ جو باتیں کر رہی تھی۔ انہیں نسیمہ سن ہی نہیں رہی تھی۔ اپنے خیالات میں محو تھی مگر سر ہلاتی جا رہی تھی۔ اس طرح جیسے بڑی توجہ سے سن رہی ہے۔ وہ اپنے دل میں برابر یہ دعا کر رہی تھی کہ یا اللہ تقریب جلد سے جلد ختم ہو۔ تاکہ میں یہاں سے گھر بھاگ جاؤں۔

اس کی ماں اور بہنیں راشدہ سے قریبی تعلق ہونے کی بنا پر تقریب کے انتظام میں اس کا ہاتھ بٹانے میں مصروف تھیں ظاہر تھا۔ وہ تقریب کے بعد بھی یہیں رہیں گی۔ اس لئے جب وہ گھر پہنچے گی تو اس کی بری حالت کو تاڑنے والا وہاں کوئی نہ ہوگا۔ اس طرح یہ آفت چپ چپاتے ہی ٹل جائے گی۔

اب نسیمہ کے حواس بحال ہو چکے تھے۔ اور اس کی خود اعتمادی بھی لوٹ آئی تھی۔ اس نے سوچا۔ کیا بگاڑ دے گا جمیل میرا؟ اگر اس کی شادی ہو چکی ہے تو میں اس کی بیوی کو مل کر اس کی گزشتہ زندگی کے وہ سب واقعات اسے بتا دوں گی جن کو سن کر وہ جمیل سے نفرت کرنے لگے گی اور اگر اس نے ابھی تک شادی نہیں کی ہے تو جہاں شادی کرنی چاہے گا۔ وہاں رخنہ ڈالوں گی۔ اس طرح جمیل کو میرے اوپر حملہ کرنے کے بجائے اپنی فکر پڑی رہے گی۔

اتنے میں راشدہ کی آواز اس کے کانوں میں پڑی "اسے بی نسیمی جمیل بھائی سے نہیں ملو گی کیا؟"

راشدہ نسیمہ کی پشت کی جانب سے اس کی طرف آرہی تھی اس کے ساتھ جمیل تھا۔ اور جمیل کے دائیں ہاتھ پر ایک پستہ قد دبلی پتلی، گوری سی عورت تھی۔ جو اپنے بھولے بھالے چہرے کی وجہ سے بہت بھلی عورت معلوم ہوتی تھی۔

نسیمہ کا ہاتھ سلام کے لئے اُٹھ گیا۔ مگر سلام اس طرح کیا گیا تھا کہ جیسے کسی کو کیا نہیں جا رہا۔ صرف رسم پوری کی جا رہی ہے۔

راشدہ کہہ رہی تھی "یہ ان کی بیوی ہیں نجمہ جمیل"

نسیمہ نے بالکل غیر ارادی طور پر اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھا دیا نجمہ نے لپک کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اور بڑے تپاک اور خلوص سے کہا۔ "کیسے مزاج اچھے ہیں آپ کے؟"

نسیمہ نے جواب میں الحمدللہ کہہ دیا مگر جمیل سے گفتگو کی نوبت نہ آنے دی۔ اور وہ اس طرح کہ سلطانہ کا ہاتھ پکڑ کر اس سے کہا۔ "ہاں بھئی۔ اور سناؤ۔ تمہارے امتحان کے نتیجے کے بارے میں تو میں پوچھنا ہی بھول گئی"۔

"تو آؤ۔ لان میں بیٹھ کر باتیں کریں" سلطانہ بھانپ گئی۔ کہ نسیمہ جمیل سے گفتگو نہیں کرنا چاہتی۔ اس لئے اسے ساتھ لے کر وہاں سے ہٹ گئی۔

اس تقریب کے ختم ہونے تک نسیمہ پوچھ کچھ کر کے جمیل کے بارے میں یہ معلوم کر لیا۔ کہ وہ ایک فرم کا اسسٹنٹ مینجر بن گیا ہے اور اب اس کا تبادلہ فرم کی اس شہر کی شاخ میں کر دیا گیا ہے اس لئے مستقل طور پر یہیں رہے گا۔

جب تک نسیمہ وہاں رہی جمیل کی بیوی نجمہ بار بار اس سے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



آکر ملتی اور بڑے خلوص سے باتیں کرتی رہی۔ اس نے اپنے بارے میں بتایا۔ کہ وہ بن ماں باپ کی لڑکی ہے۔ چچا کے گھر پلی ہے۔ انہیں نے اس کی شادی جمیل کے ساتھ کر دی ہے۔ اس کے چچا جمیل کی فرم میں، اکاؤنٹنٹ ہیں۔ اسے یہاں آئے چوتھا دن ہے۔ ابھی تک رہائش کا انتظام نہیں ہوا ہے۔ جمیل کوئی مناسب مکان ڈھونڈ رہا ہے۔"

اس نے یہ سب باتیں بتانے کے بعد بڑی محبت سے کہا "جب مکان مل جائے گا تو میں آپ کو وہاں بلایا کروں گی۔ کیونکہ آپ مجھے بہت پسند آئی ہیں۔ اور میں آپ کو اپنی سہیلی بنانا چاہتی ہوں۔"

نسیمہ اس کی یہ بات سن کر دل میں ہنسی۔ اس نے خود سے کہا۔

اس بیچاری کو معلوم نہیں ہے کہ کس طرح جمیل میں اور مجھ میں محبت کا تعلق قائم ہو گیا تھا۔ اور سب یہی سمجھنے لگے تھے۔ کہ ہم دونوں کی شادی ہو جائے گی۔ مگر پھر جمیل کے ناقابل برداشت مطالبے کی وجہ سے اس نے جمیل سے شادی تو کجا اس سے بات تک کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس پر جمیل نے اسے دھمکی دی تھی۔ کہ وہ اس کی زندگی اجیرن کر دے گا۔ مگر وہ اپنی دھمکی کو اس لئے عملی جامہ نہ پہنا سکا تھا کہ اس کے باپ کا اچانک تبادلہ ہو گیا تھا۔ ان کے ساتھ اسے بھی اس شہر سے جانا پڑ گیا تھا۔ اور یوں نسیمہ کے سر سے بلا ٹل گئی تھی۔ پھر سنا گیا تھا۔ کہ پردیس میں پہلے اس کی ماں کا اور ان کے بعد باپ کا انتقال ہو گیا۔ اور جمیل پاکستان چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔

نسیمہ راشدہ سے طبیعت بگڑنے کا عذر کر کے اپنے گھر واپس آگئی اور بستر میں لیٹ رہی۔ وہ اپنے اعصاب کو آرام دینا چاہتی تھی۔ مگر ہوا یہ کہ گزشتہ زندگی کے واقعات اس کے ذہن کے پردے پر یکے بعد دیگرے اس طرح نمودار ہونے لگے۔ جیسے کوئی فلم چل رہی ہے۔

جمیل اور وہ دونوں بچپن سے ایک دوسرے کے ساتھ کھیلتے کودتے اور ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے۔ دونوں کے گھر پاس پاس تھے۔ ساتھ ہی اسکول جاتے اور ساتھ ہی گھر واپس آتے۔ گھر کا کام بھی ساتھ بیٹھ کر ہی کیا کرتے تھے۔ قریب کی رشتہ داری بھی تھی اسلئے کسی کو ان کی یہ یگانگت قابلِ اعتراض معلوم نہ ہوئی۔ پھر نسیمہ کو ایک زنانہ سکول میں داخل کر دیا گیا۔ مگر وہ دونوں گھر پر اب بھی ساتھ کام کرتے

جمیل بہت بھلا لڑکا تھا۔ نسیمہ کو اس کی یہ صفت بہت پسند تھی۔ مگر جب وہ کالج میں داخل ہوا تو وہاں بُرے لڑکوں کی صحبت نے اس پر اپنا رنگ چڑھانا شروع کر دیا۔ اب وہ کبھی کبھی کوئی ایسی نازیبا حرکت بھی کر گزرتا جس پر نسیمہ کو اسے ڈانٹنا بھی پڑ جاتا۔ مگر بچپن کی محبت کی وجہ سے جمیل کی اس قسم کی حرکتوں کے باوجود اس نے کبھی یہ خیال نہیں کیا۔ کہ وہ اس سے شادی نہیں کرے گی۔ وہ چاہتی تھی کہ جمیل ویسا ہی بھولا بھالا لڑکا بن جائے۔ جیسے کالج میں داخل ہونے سے پہلے تھا۔ مگر جمیل پر بُری صحبت کا جو رنگ چڑھ چکا تھا وہ روز بروز اور گہرا ہوتا چلا گیا۔ اب اس نے نسیمہ سے اس قسم کے مطالبے شروع کر دیئے کہ وہ فلاں اداکارہ کی طرح بال بنائے اور فلاں اداکارہ کی چال کی نقل کرے۔ اس کی یہ باتیں نسیمہ کو خاصی ناگوار گزرتیں مگر وہ ان کو بھی با دلِ ناخواستہ برداشت کرتی رہی۔ اس کے بعد جمیل نے اس سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اس کے ساتھ تفریح کے لئے چلا کرے نسیمہ نے اس کا یہ مطالبہ رد کر دیا۔ اس پر جمیل اس سے ناراض ہو گیا۔ اور کئی مہینے تک ملنے نہ آیا۔ نسیمہ کو اس سے خاصی دلی اذیت ہوئی مگر اس نے جمیل کو منانا ضروری نہ سمجھا۔ وہ جمیل جس سے اسے محبت تھی بچپن کا سیدھا سادہ جمیل تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ جمیل ویسا ہی بن جائے۔ وہ خود کو یہ کہہ کر تسلی دیتی رہی کہ آخر میں جمیل سیدھے راستے پر آہی جائے گا۔ مگر جمیل اس غلط راستے پر بڑی تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ جو اس نے غلط صحبت میں بیٹھ کر اختیار کر لیا تھا۔

پھر کئی مہینے تک روٹھے رہنے کے بعد وہ خود ہی نسیمہ کے ہاں آنے جانے لگا۔ نسیمہ کے والدین کو اس سے خوشی ہوئی، وہ اپنی بیٹی اور جمیل کے تعلق سے آگاہ تھے۔ اور یہی چاہتے تھے۔ کہ ان دونوں کی شادی ہو جائے۔ نسیمہ نے بھی جمیل کا بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا اس نے بظاہر تک نہ ہونے دیا۔ کہ وہ جمیل کے روٹھنے سے آزردہ ہوئی تھی۔ جہاں تک اس کا اپنا تعلق تھا اس نے خود کو یہ فریب دیا کہ جمیل اس سے دور رہنے کی تاب نہیں لا سکا۔ اس لئے اپنی نازیبا روش چھوڑ کر اس کی پسند کا جمیل بن گیا ہے۔ مگر جلد ہی اس کی خود فریبی کا پردہ چاک ہو گیا۔ جمیل نے دو چار دن بعد وہی مطالبات دہرانے شروع کر دیئے جن کا پورا کرنا تو در کنار سننا بھی نسیمہ جیسی شریف خاندانی لڑکی کے لئے ناقابلِ

Downloaded from https://paksociety.com



برداشت تھا۔

اس کے دل کو بڑا زبردست دھچکا لگا۔ اس نے جمیل کے اس تصور کو جو بچپن میں قائم ہوا تھا۔ اپنے دل سے نوچ کر پھینک دیا۔ اور جمیل سے صاف لفظوں میں کہہ دیا۔ کہ آئندہ وہ اس کے گھر پر قدم نہ رکھے کیونکہ وہ اس سے کوئی تعلق رکھنا تو کجا بات تک کرنا پسند نہیں کرتی۔

نسیمہ اپنے بستر میں پڑی۔ زندگی کے اس تاریک دور کے تکلیف دہ واقعات کی بھیانک تصویریں تصور کی آنکھ سے دیکھ رہی تھی۔ پھر یکایک اس کے ذہن نے کروٹ بدلی۔

اگلے لمحے اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی تصوری دنیا کا اندھیرا یک بیک غائب ہو گیا ہے۔ سب طرف روشنی ہی روشنی پھیل گئی۔ پھر اس تابناک فضا کے پردے پر ایک وجیہہ نوجوان چہرہ جگمگانے لگا۔ بھولا بھالا حسین اور دلکش چہرہ۔ جس کے پتلے پتلے ہونٹ اور ترشی ہوئی ٹھوڑی دیکھنے والوں کو مبہوت کر دیتی تھی۔

"واجد!" نسیمہ نے اس طرح سرگوشی کی جیسے اس کا منگیتر اس کے سامنے موجود ہے۔

اس وقت اس کا دل بڑے زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس کی آنکھیں محبت کے جوش سے چمک رہی تھیں۔ اس کے رخسار تمتما اٹھے تھے اور اس کی رگ رگ میں مسرت کی ایک ایسی لہر دوڑ رہی تھی۔ جیسے تصور میں واجد کی شکل دیکھ کر اسے نئی زندگی مل گئی ہے۔

نسیمہ پلنگ پر سے اتری۔ اس نے اپنے میز کی دراز کھولی اور اس میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالا۔ یہ ریشمی غلاف میں لپٹی ہوئی کوئی چوکور چیز تھی اس نے پہلے تو اسے بڑے والہانہ انداز سے چوما۔ پھر اس پر چڑھا ہوا گلابی غلاف اتارا۔ اندر سے ایک رنگین فوٹو نکلا۔

اس نے بے اختیار ہو کر اس فوٹو کو اپنے سینے سے لگا کر اس طرح آنکھیں بند کر لیں جیسے کسی اور دنیا میں پہنچ گئی ہے۔ اس کا چہرہ گلنار ہو گیا تھا۔ اور وہ کھڑی کھڑی اس طرح جھوم رہی تھی جیسے وجد کی حالت میں ہے

پھر اس نے کسی خیال سے چونک کر آنکھیں کھولیں اور کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا۔ اس کے کواڑ کھلے ہوئے تھے وہ لپک کر دروازے کی طرف بڑھی۔ اس کے کواڑ بند کر دیئے۔ پھر واپس آ کر فوٹو کو میز پر ایک ٹیک کے سہارے کھڑا کر دیا۔ اور خود پلنگ پر بیٹھ کر مسحور نظروں سے اس کا نظارہ کرنے لگی۔

یہ فوٹو واجد کا تھا نسیمہ اسے ہر وقت اپنے قریب رکھتی تھی اور بار بار دیکھ دیکھ کر اپنے دل میں سرور و انبساط کی لہریں دوڑاتی تھی۔

مگر اسے واجد سے صرف اس لئے محبت نہیں تھی کہ وہ ایک حسین و جمیل نوجوان تھا۔ نسیمہ کے لئے اس میں کشش کا راز یہ تھا۔ کہ وہ بڑا نیک سیرت وفا پرست اور نسوانی عصمت کے بارے میں اس بلند تصور کا قائل تھا جس کی بنیاد عورت کے احترام پر ہے۔ وہ بھی نسیمہ کا دور کا رشتہ دار تھا اور خاندان میں میل جول بڑھانے کی غرض سے جب اس نے نسیمہ کے ہاں آنا جانا شروع کیا۔ تو بہت جلد اسے اور نسیمہ دونوں کو محسوس بلکہ یقین ہو گیا کہ ان کے خیالات بالکل ایک سے ہیں۔ اور جو چیزیں ایک کو عزیز ہیں وہی دوسرے کے نزدیک بھی احترام اور محبت کی مستحق ہیں۔

واجد کے والدین ایک عرصے سے دوسرے شہر میں رہ رہے تھے واجد کے والد ایک بہت بڑے افسر بن جانے کے بعد بھی خاندان کے لوگوں سے خط و کتابت کرتے رہتے۔ کبھی کبھار چھٹیوں میں ملنے کیلئے بھی آ جاتے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد وہ سیدھے اپنے آبائی شہر چلے آئے۔ ان کا اکلوتا لڑکا واجد جس کی تربیت انہوں نے بڑی توجہ سے کی تھی۔ جوان ہو چکا تھا۔ اور تعلیم کے آخری مرحلے پر تھا۔ یہ مرحلہ طے ہو جانے کے بعد امید تھی کہ اسے فوراً سرکاری ملازمت مل جائے گی۔ کیونکہ ان کے باپ کا کافی اثر و رسوخ تھا۔

واجد کے باپ نے بیٹے کو خاندان کے افراد سے ملایا تو ہر گھر میں جہاں لڑکیاں تھیں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش واجد ان کے گھر میں دولہا بن کر آئے۔ مگر واجد کے والدین کی نظرِ انتخاب نے نسیمہ کو چن لیا۔ نسیمہ کے والدین نے بیٹی کی رضامندی جب دیکھا کہ وہ بھی واجد پر مائل ہے تو رشتہ کرنے کو تیار ہو گئے۔ واجد کی منگنی کر دی گئی۔ اور یہ طے ہو گیا کہ واجد کے ملازم ہوتے ہی شادی کر دی جائے گی۔

اس کے بعد واجد کا نسیمہ کے ہاں آنا جانا، خاندانی دستور کے مطابق بند ہو گیا تھا نسیمہ کے ایک عزیز نے جو واجد کے گہرے دوست بن گئے تھے واجد سے کہا بھی تھا۔ کہ اس پرانے اور فضول دستور کی

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



پابندی کیا ضروری ہے۔ تم بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو۔ نسیمہ بھی بی۔ اے کر چکی ہے۔ اگر تم اس کے ہاں حسب سابق آتے جاتے رہو تو کیا ہرج ہے۔ مگر واجد نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی تھی کہ اس رشتے کا تقدس اسی کا تقاضا کرتا ہے۔ کہ میں اور نسیمہ شادی سے پہلے ایک دوسرے میں اختلاط پیدا نہ کریں۔

نسیمہ کے ان عزیزہ کو یہ بات معلوم تھی کہ نسیمہ کو واجد سے دلی محبت ہے۔ واجد کے دور رہنے اور اپنی صورت نہ دکھانے سے اس کے دل کو اذیت ہوگی۔ انہوں نے نسیمہ کو اس اذیت سے نجات دلانے کے لئے ہی واجد کو سسرال آتے جاتے رہنے کی ترغیب دی تھی۔ ان کے علاوہ خود واجد بھی خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ نسیمہ اس کی کتنی گرویدہ ہے۔ اور اس کے آنے جانے سے وہ کتنی مسرور ہوگی۔ مگر اسے جو تربیت دی گئی تھی اس نے اس کی سیرت و کردار کو بلور کی طرح مصفّا اور لوہے کی طرح مضبوط بنا دیا تھا۔ وہ اخلاقی قدروں کا والہ و شیدا تھا۔ اس نے نسیمہ کو اسی لئے انتخاب کیا تھا۔ کہ اس کا رجحان بھی انہی قدروں کی طرف دیکھا تھا۔

نسیمہ نے جب واجد کی اس بلند سیرت اور صاف ستھرے اندازِ فکر کا مقابلہ جمیل کی حرکتوں اور باتوں سے کیا تو جہاں واجد کی قدر و منزلت اس کی نظروں میں دوچند ہو گئی۔ وہیں اسے جمیل سے اور بھی زیادہ نفرت محسوس ہونے لگی۔

ان باتوں کو ذہن میں تازہ کرتے ہوئے نسیمہ نے خود سے کہا ــــ "اور اب وہ موذی یہاں آن دھمکا ہے۔ ہرچند اس کی شادی ہو گئی ہے اور اب میں اس کے لئے بالکل غیر ضروری ہوں مگر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ مجھ سے انتقام نہ لے گا؟ وہ انتقام کس طرح لے سکتا ہے؟" اس نے خود سے سوال کیا۔ "اس طرح؟" اس نے خود کو جواب دیا۔ کہ وہ واجد سے تمہاری برائیاں کرے۔ اور وہ تمہارے محبت نامے اسے دکھلائے گا۔"

"اچھا مان لیا کہ وہ ایسا کر سکتا ہے"۔ نسیمہ نے سوچا۔ "مگر ان خطوں میں ایسی کوئی بات نہیں۔ اس کے علاوہ میں نے اسے عملی طور پہ ایسی کوئی حرکت کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ جس کی بنیاد پر میرے کوئی برائی تھوپی جا سکے۔"

Downloaded from https://paksociety.com



نسیمہ نے خود سے کہا" نہیں جی۔ ڈر نے یا گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ایک خاندان کے لڑکے لڑکیاں آپس میں ملا ہی کرتے ہیں۔ ان میں محبتیں بھی ہو جایا کرتی ہیں۔ جو بیشتر کامیاب شادیوں کی بنیاد بن جاتی ہیں اگر جمیل میں اور مجھ میں ایسی محبت کا تعلق قائم ہو گیا تھا تو اس میں کوئی عیب یا گناہ نہیں تھا۔ البتہ میرے کچھ رومانی خطوط اس کے پاس ضرور ہیں۔ ہو سکتا ہے اس سے مجھے کوئی گزند پہنچا ئے۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ نسیمہ نے برآمدے میں پہنچ کر فون کا رسیور اٹھایا اور کہا" ہیلو!"

مگر ادھر سے جو آواز سنائی دی اسے سن کر اس کے ہاتھ تھر تھر کانپنے لگے۔ اور اس پر سر سے پاؤں تک لرزہ سا طاری ہو گیا۔

"میں ہوں جمیل" کہہ کر جمیل ہنسا ایک بڑی معنی خیز ہنسی۔

"فرمایئے؟" نسیمہ نے جی کڑا کر کے پوچھا۔

"فرمانا کیا تھا" جمیل نے اپنے لہجے میں غنڈا پن پیدا کر کے کہا۔ "تمہارے نزدیک تو میں اس قابل بھی نہیں ہوں۔ کہ مجھے سلام بھی کیا جائے میں بدمعاش جو ٹھہرا۔ ہے نا یہی بات؟"

"تمہارا مطلب کیا ہے ان باتوں سے؟" نسیمہ نے قدرے ترشی سے کہا

"بگڑو نہیں بی بی جی" جمیل جیسے اس کا مضحکہ اڑا رہا تھا" ہمیں معلوم ہے کہ آپ بی۔ اے کر چکی ہیں۔ اور ایک اچھے خاندان میں آپ کی منگنی ہو چکی ہے مگر۔۔۔ میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے میرے جس مطالبے پر بگڑ کر مجھ سے تعلق توڑا تھا وہ اب پورا کرنا ہو گا"

مطالبے کا لفظ اس کی زبان سے سنتے ہی نسیمہ کھول اٹھی تھی۔ اس نے انتہائی غصے کی حالت میں چیخ کر پوچھا" کیا؟"

جمیل بڑے زور سے ہنسا" ارے اتنا غصہ؟ آپ کو کبھی مجھ سے بھی محبت تھی۔ مگر دیکھتا ہوں کہ اب آپ اس کا بھی کچھ لحاظ کرنے کو تیار نہیں ہیں — ہاں صاحب۔ اب آپ کے ہونے والے شوہر بھی تو عنقریب گزیٹڈ آفیسر بن جائیں گے"

نسیمہ غصے سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس نے سوچا۔ کیوں نہ فون کا رسیور کریڈل پر پٹخ کر اس گفتگو کو ختم کر دوں۔ مگر پھر اس کے ذہن نے سرگوشی کی۔ سننا تو چاہیئے کہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ اس سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس کے ارادے کیا ہیں؟"

"آپ سن رہی ہیں نا؟" جمیل نے پوچھا۔

"ہاں" نسیمہ غرائی" سن رہی ہوں"

"تو پھر یہ سن لیجئے۔ کہ اگر کل رات تک آپ نے میرا مطالبہ پورا نہ کیا تو۔۔۔"

"تو تو کیا کرے گا؟" نسیمہ چیخ اٹھی۔

"میں" جمیل کہہ رہا تھا" آپکے وہ سب عاشقانہ خطوط آپ کے منگیتر کے سامنے رکھ دوں گا۔ جو آپ نے کبھی مجھ کو لکھے تھے"

"وہ خطوط؟" نسیمہ کا یہ حال تھا۔ جیسے اس کے حواس پر بجلی گری ہے" تم نے وعدہ کیا تھا کہ۔۔۔"

"ہاں" میں نے وعدہ تو یہی کیا تھا۔ کہ میں ان کو تلف کر دیا کروں گا مگر مجھے شروع ہی سے معلوم تھا کہ آپ میرے ایک مطالبے پر کس طرح قطع تعلق کریں گی۔ اس لئے آپ کے خطوط سنبھال کر رکھتا گیا تھا"

اچانک نسیمہ کی خود اعتمادی عود کر آئی۔ اس نے بڑے وقار کے لہجے میں کہا" ان خطوط کو واجد کے سامنے رکھ کر تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ سارے خاندان کو معلوم ہے کہ میں دھوکا کھا کر تم سے محبت کرنے لگی تھی ایسے رومانوں میں جذبات آمیز خطوط لکھے ہی جایا کرتے ہیں۔ پھر سارے خاندان کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے تم کو تمہاری کس خفیف حرکت کی بنا پر دھتکارا تھا؟"

"یہ سب تو ٹھیک ہے" جمیل نے کہا" مگر ان میں ایک خط وہ بھی تو ہے۔۔۔"

"کونسا؟" نسیمہ نے سوال نہ کرنے کا ارادہ کرنے کے باوجود سوال کر دیا

"وہی" جمیل ہنسا" جو آپ نے میرے اس خط کے جواب میں لکھا جس میں میں نے وہ مطالبہ کیا تھا"

نسیمہ نے گرج کر کہا" میں نے تمہارے اس نازیبا مطالبے کے جواب میں کوئی خط لکھا ہی نہیں تھا۔ میرا جواب تو زبانی تھا"

"یہ تو آپ کا بیان ہے نا؟" جمیل کہنے لگا" مگر اس مضمون کا ایک خط آپ کے ہینڈ رائٹنگ میں میرے پاس موجود ہے جس میں آپ نے

Waqar Azeem www.pakistanpoint.com

Downloaded from https://paksociety.com

میرا مطالبہ مانتے ہوئے یہ وعدہ کیا ہے کہ میں رات کو آپ کی کوٹھی کے عقبی دروازے پر آجاؤں آپ وہاں موجود ہوں گی۔ اور دروازہ کھول کر مجھے کمرے میں لے چلیں گی۔ جہاں میری مراد حاصل ہو جائے گی۔"

"موذی انسان!" نسیمہ چلائی۔ "تجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے۔ تو نے میرے نام کا فرضی خط بنا لیا ہے۔ اور اس کے ذریعہ میری منگنی توڑنی چاہتا ہے۔ تجھ پر خدا کی لعنت ہو!"

"یہ کوسنا کاٹنا رہنے دو!" جمیل نے ڈانٹنے کے لہجے میں کہا۔ "یا تو کل رات میرے پاس پہنچ کر میرا مطالبہ پورا کر دو۔ ورنہ پرسوں صبح تمہارے تمام خطوط جن میں یہ خط سب سے اوپر ہوگا تمہارے منگیتر کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔" اور اگلے لمحے فون کھٹ سے بند ہو گیا

نسیمہ جب فون کا ریسیور کریڈل پر رکھ رہی تھی۔ تو اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے اس کے ہاتھوں کی جان نکل چکی ہے اصل میں اسے اس وقت ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے اس کا سارا جسم بیجان ہو چکا ہے۔ اور کوئی لمحہ جاتا ہے وہ مر جائے گی۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا

وہ ریسیور کریڈل پر رکھ کر مڑی۔ تو اسے اپنا بستر ایسا نظر آیا جیسے یہ اس کا تابوت ہے۔ اس کے دماغ میں ایک ایسی ہلچل مچی ہوئی تھی جو ہلچل تو تھی مگر اس میں شور بالکل نہیں تھی۔ جمیل کے یہ لفظ اس کے دماغ پر لے آواز ہتھوڑوں کی طرح بار بار گر رہے تھے "یا تو کل رات میرے پاس پہنچ کر میرا مطالبہ پورا کر دو۔ ورنہ پرسوں صبح تمہارے تمام خطوط، جن میں یہ خط سب سے اوپر ہوگا۔ تمہارے منگیتر کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔"

"موذی!" نسیمہ نے بے بسی کے غصے سے روتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ گھونسے بنا کر ہوا میں لہرائے "تو نے جعلی خط بنا لیا ہے جس کا مضمون ایسا ہے جو واجد کی نظروں میں میری حیثیت کو ختم کر دیگا"

وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ ڈھانپ کر زار و قطار رونے لگی گھر میں اس وقت کوئی نہیں تھا۔ حالات نے اسے بالا قصور ایسے شکنجے میں کس دیا تھا جس سے گلو خلاصی ناممکن نظر آ رہی تھی۔ اسے جمیل پر اتنا سخت غصہ آ رہا تھا کہ اگر وہ اس وقت اس کے سامنے ہوتا تو یقیناً پوری قوت سے اس پر قاتلانہ حملہ کر بیٹھی ہوتی مگر وہ بے بس تھی۔ اور حالات نے اسے جمیل جیسے بدمعاش مرد کے چنگل میں پھنسا دیا تھا۔ چند منٹ کیلئے اس کے ذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ وہ اپنے والدین کو یہ بات بتا دے اور واجد کو بھی فون پر یا خط لکھ کر جمیل کی اس دھمکی کی اطلاع دیدے مگر پھر وہ یہ سوچ کر مایوس ہو گئی کہ اس کی بات کا کہیں الٹا اثر نہ لیا جائے۔

اس نے بے اختیار ہو کر اپنا منہ پیٹ لیا! کاش اس نے کوئی تعلق قائم نہ کیا ہوتا اور اگر قائم کر لیا تھا تو کم سے کم اسے خط نہ لکھے ہوتے اور لکھے تھے تو اس سے لیکر جلا ڈالے ہوتے۔ مگر اب پچھتائے کیا ہوتا تھا اب تو صورت یہ تھی کہ جمیل نے اس کی طرف سے اپنے نام ایک جعلی خط بنا لیا تھا یہ خط اس کے اور خطوں کے ساتھ کسی کے سامنے رکھا جائے گا تو وہ اسے بھی اسی کا خط سمجھے گا" "اف!" نسیمہ نے گھبرا کر ایک سانس چھوڑا۔ مگر یہ سانس نہیں تھا۔ وہ شعلہ تھا جو اس کے تپتے ہوئے دل سے نکلا تھا۔

اس نے سوچا کہ بس' ایک ہی چارہ رہ گیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کا خاتمہ کر لے۔ بدنام ہونا اور واجد کی نظروں سے گر جانا اس سے بدتر موت ہو گی۔ اس سے کہیں بہتر یہ ہے کہ تم خود ہی اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیں

نسیمہ ابھی اس پر غور کر ہی رہی تھی۔ کہ باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ نسیمہ نے بڑھ کر کواڑ کھول دیئے۔ جمیل کی بیوی نجمہ اس کے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی "السلام علیکم!" اس نے بڑے پیارے لہجے میں کہا نسیمہ نے اس کے سوال کا جواب اخلاقاً مسکرا کر دیا مگر اس کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ "میں اس لئے آئی ہوں!" نجمہ نے کہا "کہ ایک بیحد ضروری کام کر کے یہاں سے جلد سے جلد واپس چلی جاؤں" اور اس نے اپنے پرس میں سے ایک بنڈل نکالا "آپ یہ لے لیجئے۔"

"کیا ہے یہ؟" نسیمہ نے وہ بنڈل اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں میں تھام کر پوچھا۔

"آپ کے وہ خط!" نجمہ مسکرائی۔ "جو آپ نے کبھی جمیل کو لکھے تھے میں نے انہیں فون پر آپ کو دھمکی دیتے سن لیا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ میں آپ کو اپنی سہیلی بناؤں گی وہ بات تو اب نہ ہو سکے گی مگر میں یہ ثابت کر دینا چاہتی ہوں کہ آپ مجھے کتنی پسند ہیں۔ ان کو فوراً جلا ڈالئے!" اور وہ مڑ کر دروازے سے باہر نکل گئی۔ نسیمہ کو حیران کھڑا چھوڑ کر... ☆

Downloaded from https://paksociety.com



# تاثرات

## نیک کام فوراً کر ڈالیے

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی اچھا کام آجکل آجکل کرتے رہنے کی وجہ سے ٹلتا رہتا ہے۔ اور جب اس کے انجام دے سکنے کا وقت نکل جاتا ہے تو ضمیر اس غفلت پر بری طرح کچوکے دیتا ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا میں اپنی والدہ محترمہ کو ایک خط لکھنا چاہتی تھی جس میں پہلی مرتبہ واضح طور پر یہ بات ظاہر کرنی تھی کہ انہوں نے میری زندگی بنانے کے لئے جو کچھ کیا میں اس کے لئے کتنی احسانمند اور ممنون ہوں مگر ایک دن میرے نام تار آیا کہ "امی گزر گئیں" بس کچھ نہ پوچھو مجھے مذکورہ خط نہ لکھنے کا کتنا گہرا ملال ہوا۔

مگر خوش اتفاقی دیکھئے کہ جب میرے شوہر مجھے میکے پہنچانے کی تیاری کر رہے تھے ایک تار اور آگیا جس کا مضمون یہ تھا کہ پچھلا تار بھیجنے والے میرے ماموں زاد بھائی تھے جو میرے سگے بھائی کے ہمنام ہیں اور انتقال ان کی امی کا ہوا ہے۔ میں خالہ کے انتقال پر وہاں پہنچی امی جان وہاں موجود تھیں۔ انہیں زندہ و سلامت دیکھ کر میرا دل مسرت سے جھوم اٹھا اظہار تعزیت کے بعد میں امی جان کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور جو کچھ میرے دل میں تھا ان سے زبانی بیان کر دیا۔ یوں میرے دل پر جو بوجھ تھا وہ اتر گیا اور مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ رفعت سلطانہ۔ لاہور

## یہ سنگدل انسان

آپس کی بات چیت کے لئے سینکڑوں موضوع ہو سکتے ہیں جن پر کافی دیر تک زیادہ سے زیادہ دلچسپ گفتگو کی جا سکتی ہے۔ مثلاً کتابیں بچوں کی دلچسپ حرکتیں اور مختلف باتیں، اچھی فلمیں، اخباروں کی خبریں اور رسالوں کے اچھے مضامین وغیرہ۔ لیکن ہم لوگوں کے پاس بات چیت کے لئے اس قسم کی لغو باتوں کے سوا کوئی اور موضوع ہی نہیں۔ جیسے دوسروں کو پیٹھ پیچھے برا کہنا، اوروں کے بارے میں افواہیں پھیلانا، تخریبی نکتہ چینی کرنا، یا ان لوگوں میں کیڑے ڈالنا جن کے طریقے اور عادتیں ہم جیسی نہ ہوں۔ پھر اگر جاہل لوگ یہ کریں تو وہ پھر اس لئے قابل معافی ہیں کہ ان میں نہ عقل ہوتی ہے نہ ان کے پاس علم ہوتا ہے۔ جس کی روشنی میں بھلے برے میں فرق کر سکیں لیکن یہاں تو یہ حال ہے کہ پڑھے لکھے لوگ بھی جب کبھی مل کر بیٹھتے ہیں یہی قابل اعتراض باتیں کرنے لگتے ہیں۔ ان سنگدلوں کو اس کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا کہ ان کے اس "شغل" سے کتنے ہی گھر اور کتنے ہی انسان برباد ہو جاتے ہیں۔ اصل میں یہ لوگ اس طرح اپنی خامیوں اور عیبوں پر پردہ ڈالتے ہیں۔

جو مرد عورت ایسے لوگوں کی غیبت اور افواہ طرازی کا شکار ہوتے ہیں انہیں یہ سمجھ کر اپنے دل کو تسلی دے لینی چاہیئے کہ انسان کی اوروں کو برا کہنے کی عادت اتنی ہی پرانی ہے جتنی پرانی یہ دنیا ہے۔ ایک کہاوت ہے۔ کہ اگر دیواروں کے کان ہوتے اور وہ بول سکتیں تو ہر انسان اس نتیجے پر پہنچنے پر مجبور ہوتا کہ اس کا دوست کوئی نہیں ہے۔ مگر ہمیں اس کا بھی اقرار کرنا چاہیئے کہ دنیا میں ایسے نیک مرد عورت بھی ہمیشہ رہے ہیں جو کسی کی غیبت کرتے ہیں نہ افواہیں پھیلاتے ہیں اور نہ ان کی عیب چینی کرتے ہیں۔ ہمیں ان کی اس نیک خصلت کا تصور کر کے برا کہنے والوں کو نظر انداز کر دینا چاہیئے۔ زلیخا بائی گالا۔ سیلون

## دلچسپ بات

میں اور میرا شوہر بازار گئے ایک دکان پر سوٹ کیس اور اٹیچی کیس رکھے تھے۔ ایک قطار تو ایک ہی سائز کے سوٹ کیسوں کی تھی جو بہت اوپر تک چلی گئی تھی۔ میرے شوہر نے ایک لمحہ کیلئے اس قطار کی طرف دیکھا اور کہا۔

"یہ سوٹ کیس ہمارے دوستوں کی مانند ہیں۔ بالکل ایک جیسے لیکن اس میں بعض لوگ دوسروں کی نسبت زیادہ چیزیں ٹھونس لیتے ہیں؟"

اس وقت تو میں نے اس فقرے پر زیادہ غور نہ کیا۔ لیکن گھر پہنچ کر وہ فقرہ مجھے پھر یاد آیا۔ ہمارے شب و روز واقعی ان سوٹ کیسوں کی مانند ایک جیسے ہیں۔ سب کے لئے ایک جیسے ہیں لیکن کچھ لوگ ان میں زیادہ چیزیں ٹھونس لیتے ہیں۔ میں سوچتی رہی کتنی گہری بات تھی۔ بالکل ساری زندگی کا فلسفہ اس فقرے میں سمٹ کر رہ گیا ہے۔ منزہ طور۔ پشاور

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



افسانہ

تلخیص و ترجمہ۔ مظہر انصاری

# یہ دلِ ناداں

ڈیوڈ اور جولیانہ کالج فیلو تھے۔ جولیانا ڈیوڈ سے دل ہی دل میں محبت کرتی تھی مگر ڈیوڈ شہر کے ایک رئیس کا اکلوتا بیٹا تھا جولیانا ایک غریب گھر کی لڑکی تھی۔ وہ اتنے غریب تھے کہ اس کی ماں اور وہ دونوں محلے کے امیر لوگوں کے ہاں بیبی سٹنگ کر کے گھر کا خرچ چلاتی تھیں۔ یعنی جب وہ لوگ سیر و تفریح یا سینما تھیٹر کی محفلوں میں زندگی کا لطف اٹھانے جاتے تھے۔ تو یہ دونوں ان کی عدم موجودگی میں ان کے بچوں کی دیکھ بھال کرتی رہتی تھیں۔ ان میں سے بعض اتنے تفریح طبع اور رقص و سرود کے زیادہ دلدادہ تھے۔ کہ شام سے لیکر رات کے ایک بجے تک گھر سے باہر رہتے تھے۔ جولیانا اور اس کی ماں کو ان کے بچوں کی خبرگیری میں پہاڑ سی رات کا تقریباً تین چوتھائی حصہ آنکھوں میں کاٹنا پڑتا تھا۔

ایسی حالت میں بے چاری جولیانا امیر و کبیر والدین کے چشم و چراغ ڈیوڈ سے اظہار محبت کی جرأت کس طرح کر سکتی تھی؟ وہ کالج کے وقت میں عمداً اس کے سامنے بھی نہ آتی تھی۔ مبادا کسی بہانے اس کا دل اسے ڈیوڈ سے ہمکلام ہونے پر مجبور کر دے۔ اور کالج کے لڑکوں اور لڑکیوں کو طعنہ زنی کرنے کا موقع مل جائے۔ کہ شہر کے ایک رئیس کے لڑکے پر ڈورے ڈال رہی ہے۔ البتہ اس کا دل ہر وقت یہی آرزو کرتا تھا کہ ان دونوں میں مل کر میٹھی میٹھی باتیں ہوں۔ اور اسے ڈیوڈ کے دل سے راہ ہو جائے گی اور کبھی نہ کبھی وہ خود ہی اس کی طرف متوجہ ہو کر اس سے بات چیت کرنے لگے گا۔ چنانچہ جب ڈیوڈ کے ایک پڑوسی پیٹرسن نے جو کافی مالدار تھا۔ جولیا کو اپنے ہاں رات کے وقت بیبی سٹنگ کی مستقل ملازمت کی پیشکش کی تو اس نے یہ ملازمت اس خیال سے فوراً قبول کر لی کہ اس کے گھر آتے جاتے میں ڈیوڈ سے سامنا ہوا کریگا شاید کسی دن ڈیوڈ کے دل تک اس کی محبت بھری نظروں کا پیام پہنچ جائے اور وہ اس سے میل جول بڑھانے کی خواہش ظاہر کرے۔

مگر جولیانا کو پیٹرسن کے ہاں کام کرتے ایک عرصہ گزر گیا پھر بھی اس کی دلی مراد بر نہ آئی۔ نہ کبھی ڈیوڈ کا سامنا ہوا نہ ڈیوڈ تک اس کا محبت نامہ پہنچنے کی نوبت آئی۔

ایک رات، جب پیٹرسن کے ہاں کمرے کا دیوار گیر گھنٹہ ساڑھے بارہ بجا رہا تھا۔ اور جولیانا نیند کے غلبے کے باوجود چوکس بیٹھی تھی دروازے کی کال بیل بجنے لگی اس نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا سوچنے لگی: اس غیر وقت کون آگیا! روبرٹسن اور اس کی بیوی تو عموماً رات کے ڈیڑھ بجے آیا کرتے تھے۔ اور وہ کال بیل بھی نہیں بجایا کرتے بلکہ پچھواڑے کے دروازے کا قفل کھول کر گھر کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔

بہر حال جولیانا اچھل اٹھی۔ اس نے ٹی۔وی سیٹ بند کر دیا جس پر ایک ہولناک فلم دکھائی جا رہی تھی۔ اور دروازے پر پہنچ کر کواڑ کھولے بغیر آہستہ سے پوچھا "کون ہے؟"

"جولی!" ادھر سے ایک نوخیز لڑکے کی آواز آئی "میں ہوں ڈیوڈ۔ پڑوس کی کوٹھی میں رہنے والا ڈیوڈ۔ ذرا مہربانی کر کے دروازہ

Downloaded from https://paksociety.com



کھول دو۔"میں اندر آنا چاہتا ہوں"۔

"ڈیوڈ"۔ جولیانا نے اپنے دل میں اس طرح کہا۔ جیسے اس پر آج قدرت بڑی مہربان ہو رہی ہے مگر اسی کے ساتھ اس نے یہ بھی سوچا کہ ہر چند ڈیوڈ رہتا تو متصل مکان ہی میں ہے مگر وہ اب سے پہلے یہاں ایسے غیر وقت کبھی نہیں آیا۔ پھر اسے یہ بھی یاد آیا کہ صاحب خانہ نے اس سے کہہ رکھا ہے ہمارے گھر میں اپنے کسی دوست یا سہیلی کو ہرگز نہ بلانا۔

اس کے علاوہ اس کے ماں باپ نے بھی اسے بڑی سختی سے یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ بیبی سٹنگ کے دوران میں صاحب خانہ اور ان کی اہلیہ کے علاوہ اور کسی کو ان کے گھر کے اندر قدم نہ رکھنے دینا۔ مگر اس کے دل نے کہا۔ اری پگلی ڈیوڈ آیا ہے ڈیوڈ۔ کواڑ کھول دے؟

"جولی"! باہر سے ڈیوڈ کی آواز آئی۔ "دروازہ کھول دو۔ میری اچھی جولی"

"مگر ڈیوڈ"۔ جولیانا نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

اس وقت اس کے ضمیر اور جذبات میں بڑی شدید کشمکش ہو رہی تھی۔ جذبات کا تقاضا تھا کہ وہ دروازہ کھول دے لیکن ضمیر ڈرا رہا تھا کہ ایسا کرنا ماں باپ اور صاحب خانہ کے ساتھ دغا ہے

"خدا کے لئے"! ڈیوڈ نے التجا کی۔ "دروازہ کھول دو۔ تم مجھے خوب اچھی طرح جانتی پہچانتی ہو۔ میں تمہارا کلاس فیلو ہوں۔ اگر تم مجھے اندر آ جانے دو گی تو میں تمہیں کھا نہیں جاؤں گا"۔

جولیانا نے چٹخنی گرادی۔ کواڑ کھل گئے۔ ڈیوڈ لپک کر اندر آ گیا اور اگلے لمحے مڑ کر کواڑوں کی چٹخنی چڑھادی۔ پھر اپنا ایک ہاتھ اٹھا کر اس سے سر کے بال سنوارتے ہوئے بولا "شکریہ۔ شکریہ"!

اس کا یہ ہاتھ کپکپا رہا تھا۔ اور لہجے میں اضطراب تھا۔ جولیانا اس کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گئی۔ اس نے اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا "ڈیوڈ کیا بات ہے؟ خیر تو ہے"؟

ڈیوڈ جو اس وقت کمرے کی ایک کھڑکی کا پردہ ہٹا کر باہر جھانک رہا تھا اور زور زور سے سانس لیتا جا رہا تھا۔ اچانک مڑا اور اس نے اپنے ہونٹوں پر جبری مسکراہٹ لا کر کہا "کچھ نہیں، کچھ نہیں" اور اس سے پہلے کہ جولیانا کچھ کہے۔ اس کے قریب پہنچ کر ایک کھوکھلی ہنسی ہنس کر بولا "تم کو یہ خیال کیسے گزرا۔ کہ شاید خیر نہیں ہے"۔

پھر اچانک اس کی نظر ٹیلی وژن پر پڑ گئی۔ کہنے لگا "اوہ! تو تم بھی وہی ہولناک فلم دیکھ رہی ہو جو میں اپنے گھر میں دیکھ رہا تھا۔ اچانک ہمارا ٹی۔ وی سیٹ خراب ہو گیا۔ اسی لئے تو مجھے ادھر آنا پڑا کہ شاید تم بھی ٹی وی دیکھ رہی ہو۔ میں یہاں اس فلم کا انجام دیکھ لوں گا"۔ اور یہ بات ختم کرتے ہی صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ پھر اپنے دائیں ہاتھ کی طرف گدے کو تھپکتے ہوئے بولا "آؤ تم بھی یہاں آن بیٹھو۔ دونوں ساتھ ساتھ فلم دیکھیں گے"

جولیانا کا دل ڈیوڈ کے قریب بیٹھنے کے لئے مچل گیا۔ وہ فوراً صوفے کی طرف بڑھی اور ڈیوڈ کے پاس بیٹھ گئی۔ ڈیوڈ ٹی۔ وی پر فلم دیکھنے میں محو ہو چکا تھا۔ جولیانا کو اس کی ان باتوں کا ذرا بھی یقین نہ آیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں ٹی وی پر یہی فلم دیکھ رہا تھا۔ اور سیٹ کے اچانک خراب ہو جانے کی وجہ سے اس کا آخری حصہ دیکھنے کے ارادے سے ادھر آ گیا ہے مگر اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ اگر یقین نہ کرے تو اور کیا کرے۔ جہاں تک ٹی وی کی فلم سے اس کی دلچسپی کا تعلق تھا وہ ختم ہو چکی تھی اب تو اس کے دل و دماغ پر صرف ایک خیال چھایا ہوا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ وہ ڈیوڈ کے پہلو میں بیٹھی ہے۔ شاید اسی کا یہ اثر تھا کہ اس کا دل بڑے زور زور سے دھڑک رہا تھا اور کوشش کے باوجود اس کی نبض کی رفتار معمول پر نہ آ رہی تھی۔

ادھر ڈیوڈ کا یہ حال تھا۔ کہ وہ ٹی وی کے اسکرین کو گھور رہا تھا اور دانتوں سے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کے ناخن کاٹے ڈالتا تھا۔ تقریباً بیس منٹ بعد پچھواڑے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ اور روبرٹسن اور اس کی بیوی دونوں اندر داخل ہوئے۔ جولیانا نے گھبرا کر ڈیوڈ کی طرف اس خیال سے دیکھا کہ اب وہ روبرٹسن کو اپنی یہاں موجودگی کی کیا وجہ بتائے گا۔ مگر ڈیوڈ مگن بیٹھا تھا۔ اور ہونٹوں پر مسکراہٹ لئے ہوئے ٹی وی کے اسکرین کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ رابرٹسن اور اس کی بیوی کے ہاتھوں پر، ڈیوڈ کو دیکھ کر بل پڑے۔ جولیانا انہیں بتانے ہی کو تھی کہ وہ یہاں کیوں بیٹھا ہے اتنے میں ڈیوڈ نے انہیں دیکھ لیا۔ اور صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہو کر کہنے لگا "جناب مجھے امید ہے کہ آپ کو اس وقت میری یہاں موجودگی ناگوار نہ گزرے گی۔ بات یہ ہے کہ میرا ٹی وی خراب ہو گیا تھا۔ اس لئے میں یہاں آ کر وہ فلم دیکھنے لگا جو اس پر دکھائی جا رہی ہے۔ اس میں جولیا کا کوئی قصور نہیں ہے میں نے انہیں یقین دلا

Downloaded from https://paksociety.com

دیا تھا۔ کہ آپ لوگ ناگواری محسوس نہ کریں گے۔ جولیانہ میری کالج فیلو بھی ہیں اس لئے انہوں نے مجھے اندر آ جانے دیا جس کے لئے میں ان کا بے حد ممنون ہوں۔"

"نہیں نہیں" روبرٹسن کی بیوی بولی "کوئی بات نہیں تم شوق سے فلم دیکھو" اور اس کے شوہر نے بھی سر ہلا کر اس کی تائید کر دی۔

"شکریہ" ڈیوڈ ہنسا۔ اس کی ہنسی سے اضطراب ٹپک رہا تھا۔ اور پھر اس نے یہ عجیب حرکت کی کہ اچانک اٹھ کر ٹی وی کو بند کر دیا۔

"ابھی فلم ختم تو نہیں ہوئی" روبرٹسن کی بیوی نے کہا۔ اس کے لہجے میں تعجب کے علاوہ پریشانی بھی تھی "اگر تم پوری فلم دیکھنی چاہتے ہو تو دیکھو ہمیں تمہارے یہاں بیٹھے رہنے پر کوئی اعتراض نہیں!"

"نہیں نہیں" ڈیوڈ نے دانت نکوسے "میں یہ فلم پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔ اور میرا خیال ہے جولیانا بھی ضرور دیکھ چکی ہوں گی۔ مگر میں یہاں سے رخصت ہونے سے پہلے آپ لوگوں کی فراخدلی کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اور اس کے عملاً اظہار کے لئے جولیانہ کو کار میں بٹھا کر ان کے گھر پہنچا دوں گا۔"

بات ختم کرتے ہی جولیانہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے دروازے کی طرف لے چلا "اچھا!" اس نے مڑ کر رابرٹسن اور اس کی بیوی سے کہا "ایک بار پھر شکریہ" اور جولیانا کو ساتھ لئے ہوئے مکان کے باہر نکل آیا۔

اچانک جولیانہ کو خوف محسوس ہونے لگا۔ ڈیوڈ نے رابرٹسن اور اس کی بیوی کو باور کرایا تھا کہ وہ جولیانہ کے ساتھ فلم دیکھتا رہا ہے مگر یہ بات حقیقت کے خلاف تھی۔ اب جولیانا کو ڈیوڈ ایک ایسا اجنبی معلوم ہونے لگا جس نے اپنی کوئی خطرناک غرض پوری کرنے کے لئے جولیانہ کو اپنے جال میں پھانس لیا ہے۔ اس کا دل بری طرح گھبرانے لگا۔

اس نے ڈیوڈ سے کہا "کیوں ڈیوڈ۔ اگر ہم کار میں جانے کے بجائے پیدل ہی چلیں تو کیا حرج ہے؟ میرا گھر صرف پانچ مکان پرے ہے اور چاند نکلا ہوا ہے۔ پیدل چلنے میں بڑا لطف آئے گا!"

ڈیوڈ نے جولیانا کی طرف ایسی نظروں سے دیکھا جن میں حیرت تھی وہ پھر ہنس کر کہنے لگا "اچھا چلو۔ پیدل ہی چلے چلتے ہیں۔ میرا خیال ہے تم کو ایک عرصہ سے مجھ سے دلی تعلق ہے میں تمہاری آنکھوں میں اس کے آثار دیکھتا رہا ہوں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے مجھے تم سے کافی عرصے سے غائبانہ محبت ہے۔ اور جب آج رات ولما نے مجھ سے رشتۂ محبت توڑا تو...."

"اچھا..." جولیانا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "تم میں اور ولما میں تعلقات منقطع ہو گئے ہیں؟"

وہ رک کر کھڑی ہو گئی۔ ڈیوڈ بھی رک گیا۔ اور جولیانا کے چہرے کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔ پھر بولا "ہاں میرا اس کا تعلق ختم ہو گیا ہے تمہیں معلوم ہو گا کتنے عرصہ سے ہم دونوں میں جو گہرا میل جول چلا آ رہا تھا اور ہم دونوں نے ارادہ کر رکھا تھا کہ شادی...."

وہ بولتے بولتے رک گیا کیونکہ اس کی آواز بھرا گئی۔ اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر جولیانا کا خوف جاتا رہا اور خوف کی جگہ ہمدردی نے لے لی۔

ایک لمحہ بعد وہ دونوں ایک بار پھر چلنے لگے۔ جولیانا ڈیوڈ سے یہ پوچھنا چاہتی تھی کہ اس نے ولما سے رشتۂ محبت کیوں توڑ لیا۔ مگر چونکہ اس سے ڈیوڈ کے دل کو ٹھیس لگتی اس لئے وہ پوچھنے کی جرأت نہ کر سکی مگر چند منٹ بعد ڈیوڈ نے خود ہی بتایا "یہ رشتہ اس بنا پر ٹوٹا کہ ولما ایک اور مرد سے محبت کرنے لگی پچھلے ایک مہینے سے ہم دونوں میں قیل و قال ہوتی آ رہی تھی۔ مگر اس پر میری کسی بات کا اثر نہ ہوا۔ اور آج رات اس نے صاف صاف کہہ دیا۔ کہ وہ مجھ سے آئندہ کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی" پھر اچانک اس نے ایک آہ بھری۔ اور اس کے بعد کہنے لگا "چلو قصہ ختم ہوا۔ جو ہونا تھا ہو گیا اب اس کا ذکر کرنے سے کیا فائدہ؟ کل میں اور تم کہیں سیر کرتے چلیں گے۔ چلو گی نا؟"

جولیانا کا دل خوشی کے جوش میں زور زور سے دھڑکنے لگا۔ ڈیوڈ اس سے میل جول بڑھانے کی التجا کر رہا ہے وہی ڈیوڈ جس سے وہ غائبانہ محبت کرتی رہی ہے۔

اس نے خود سے کہا۔ ہر چند ڈیوڈ ولما کے ٹھکرا دینے کے بعد میری طرف رجوع کر رہا ہے۔ مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اگر وہ میرا ہو کر رہنا ہو کو مجبو بنا چاہتا ہے تو مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

"ہاں ہاں" جولیانہ نے کہا "ضرور چلوں گی"

"تو میں ایک بجے تمہیں تمہارے گھر سے لے لوں گا"

Downloaded from https://paksociety.com



"ٹھیک ہے"! جولیانہ بہت خوش تھی۔

جب ڈیوڈ اسے اس کے گھر کے دروازے تک پہنچا کر خدا حافظ کہنے کے بعد واپس چلا گیا تو جولیانا وہاں کھڑی اسے جاتا دیکھتی رہی آج اس کی دیرینہ آرزو بر آ گئی تھی۔

اگلے دن ڈیوڈ کار لیکر آیا۔ اور اسے ایک تفریح گاہ میں لے گیا وہاں وہ دونوں کافی دیر تک قدرت کے دلکش مناظر سے محظوظ ہوتے رہے اس دوران میں کئی بار جولیانا کے دل میں یہ خیال اُبھرا کہ وہ مانا بڑی اچھی اور سمجھدار لڑکی تھی اس کے ڈیوڈ سے بیوفائی کرنے کی بات سمجھ میں نہیں آتی مگر ہر بار ڈیوڈ کے خوبصورت چہرے پہ نظر پڑتے ہی اس کے سب شبہات ہوا ہو گئے۔ تفریح گاہ سے باہر نکلنے کے بعد ڈیوڈ اسے ایک ریسٹوران میں لے گیا۔ وہاں ان دونوں نے پر تکلف کھانے کھائے جولیانا کا دل ہر لمحہ اس مسرت افزا خیال سے اچھلتا رہا کہ کہاں ڈیوڈ اور کہاں وہ۔ اس کے لئے اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہوگی مگر اسی کے ساتھ جولیانا کو یہ دھڑکا بھی تھا کہ کسی انسان کی تقدیر اس طرح اچانک نہیں کھلا کرتی کہیں یہ صورتِ حال کسی آفت کا پیش خیمہ نہ ہو۔ وہ اپنے اس اندیشے کی تصدیق یا تردید کے لئے وہ ڈیوڈ کے چہرے کو نظروں سے ٹٹولنے لگتی۔ ایک دفعہ ڈیوڈ نے اسے یہ کرتے دیکھ لیا تو کہنے لگا "تم اپنے دل میں کوئی اندیشہ پیدا نہ ہونے دو۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اور تمہارے ساتھ زندگی بھر نبھاؤں گا"!

جولیانا کو اس کا ایک ایک لفظ ایسا معلوم ہوا۔ جیسے اس کے تپتے ہوئے دل پر امرت کے چھینٹے پڑ رہے ہیں۔ اس نے خوش ہو کر اپنا سر ڈیوڈ کے کندھے پر رکھ دیا۔ ڈیوڈ اس کی یہ سپردگی دیکھ کر مسکرایا۔ اور اپنے ہاتھ سے اس کے رخسار کو آہستہ آہستہ تھپتھپاتا رہا۔

جب وہ دونوں ریسٹوران سے روانہ ہوئے تو کچھ دور جانے کے بعد جولیانہ نے دیکھا کہ کار اس کے گھر کی طرف نہیں جا رہی ہے۔ ایک بار پھر اس کا دل خوف سے لرزنے لگا۔ اس نے ڈیوڈ کو بتایا کہ اسے جلد گھر پہنچنا ہے تاکہ گھر کے کاموں کے علاوہ کالج کا کام بھی کر سکے۔ اس کی یہ بات سن کر ڈیوڈ نے کار روک لی۔ اور مڑ کر اس کی طرف دیکھا اس وقت اس کی آنکھوں میں جو کیفیت تھی اسے دیکھ کر جولیانہ تھرا اٹھی۔ ڈیوڈ نے اس سے پوچھا کہ آیا وہ اس سے خوفزدہ ہے؟ جولیانہ اس وقت اس سے اتنی خوفزدہ تھی کہ اس کی جان نکلی جا رہی تھی۔ مگر اس نے سوجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے ڈیوڈ کو یقین دلایا کہ وہ گھر جانے کے لئے اصرار اس لئے نہیں کر رہی ہے کہ اس سے خوف زدہ ہے۔ اصل میں گھر پر کافی کام ایسے پڑے ہیں جو اسی کے کرنے کے ہیں ڈیوڈ کو اس کی بات کا یقین آ گیا۔ اور اس نے کار کا رخ جولیانہ کے گھر کی طرف کر دیا اسے گھر پر اتارتے وقت ڈیوڈ نے اس سے وعدہ لیا کہ وہ اس سے کبھی بیوفائی نہیں کرے گی۔ پھر کہنے لگا "میرا ایک کام ہے جو تمہیں کرنا ہوگا"!

جولیانا سمجھی کہ وہ اس سے شادی کا قول و قرار کر رہا ہے اس لئے اس کا دل مسرت کی شدت سے دیوانہ سا ہونے لگا۔ اس نے بڑی نرمی سے کہا "اگر میں وہ کام کر سکی تو ضرور کر دوں گی"!

ڈیوڈ نے اصرار کیا کہ وہ وعدہ کرے۔ جولیانہ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے۔ اس نے ڈیوڈ سے کہا "پہلے بتاؤ تو سہی کہ وہ کام کیا ہے"!

ڈیوڈ اسے گھورنے لگا۔ پھر بولا "جانے دو۔ اگر میں اس لڑکی پر بھی تکیہ نہیں کر سکتا جسے مجھ سے محبت ہے تو پھر۔۔۔"

"مگر" جولیانا بے قرار ہو کر درمیان ہی میں بول اٹھی "یہ بھی تو بتاؤ کہ وہ کام کیا ہے"؟

ڈیوڈ نے کہا "اچھا لو بتا دیتا ہوں۔ کل رات میں روبرٹسن کے گھر میں سوا گیارہ بجے داخل ہوا تھا مجھے امید ہے کہ تم۔۔۔"!

مگر جولیانہ نے اس کے آگے کچھ نہ سنا کیونکہ وہ اس وقت اپنے دھڑکتے ہوئے دل میں یہ سوچ رہی تھی کہ یہ وہاں ساڑھے بارہ بجے آیا تھا اور اس وقت کہہ رہا ہے کہ سوا گیارہ بجے داخل ہوا تھا۔ کہیں اس کا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ہے۔ جولیانا نے کہنا چاہا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو مگر یہ بات کہنے کی جرأت نہ کر سکی۔ ڈیوڈ کہہ رہا تھا "تم یہ کہنا کہ میں وہاں ساڑھے دس بجے آیا تھا بولو! اگر کوئی پوچھے تو یہی کہو گی نا"؟

جولیانا کا سر چکرانے لگا۔ کون پوچھے گا؟ کیوں پوچھے گا؟ یہ کیا چکر ہے اس نے بڑے اضطراب کے عالم میں ڈیوڈ سے پوچھا "پہلے یہ بتاؤ۔ کہ قصہ کیا ہے"؟

ڈیوڈ پہلے تو جولیانہ کو گھورنے لگا۔ پھر بولا "قصہ پہلے بتا نہیں چکا

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



ہوں کہ کس طرح کل رات میری ولما سے لڑائی ہوئی۔ اور ہم نے ایک دوسرے سے قطع تعلق کر لیا۔ اب مَیں جس بات کی کوشش کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ خود کو بھی بچاؤں اور ولما کو بھی۔ اگر تم سچ پوچھو تو بات اصل میں یہ ہے کہ مَیں ولما کی وجہ سے تم کو پورا قصہ نہیں سنا سکتا۔ یہ اس کا راز ہے جسے ظاہر کرنے کا مجھے کوئی حق نہیں ہے۔ مگر تم یقین کرو۔ مَیں نے کوئی بُرائی یا زیادتی نہیں کی ہے۔ بولو کیا تم مجھے بچانے کے لئے یہ جھوٹ بولو گی؟

جولیانہ کا سر پہلے ہی چکرا رہا تھا۔ اب اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے وہ کسی خوفناک بھنور میں گر پڑی ہے۔ اس نے خود کو یقین دلانا چاہا۔ کہ ڈیوڈ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ سچ ہے۔ بھلا اتنے اہم معاملے کے بارے میں وہ مجھ سے جو اسے اتنی عزیز ہے جھوٹ کیوں بولنے لگا مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکی۔ اس نے عاجز آ کر کہہ دیا "مَیں اس بات کا فی الحال کوئی جواب نہیں دے سکتی۔ اسے سوچنے کے لئے کچھ وقت دو۔ اور مجھے جانے دو" اور بھاگ کر جلدی سے اپنے گھر میں گھس گئی۔

اس کے صرف چالیس منٹ بعد اس کے گھر پر پولیس آن پہنچی۔ وہ لوگ ایک لڑکی جولیانہ کو پوچھ رہے تھے۔ مگر انہوں نے اس کے باپ کو یہ بتایا کہ جولیانہ نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ ہم اس سے صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کل رات وہ کہاں تھی اور اس کے ساتھ جو لڑکا تھا وہ کون ہے۔ جولیانہ کے باپ نے بیٹی کو پولیس کے سامنے کر دیا۔ جولیانہ نے انہیں بتا دیا کہ وہ کل رات ۱۴ سٹون روڈ پر مسٹر روبرٹسن کے مکان میں تھی جہاں وہ بے بی سٹنگ کے کام پر مستقل ملازم ہے۔ پولیس والوں نے اس سے دریافت کیا کہ آیا وہاں ڈیوڈ نام کا کوئی نوجوان آیا تھا؟ جولیانہ نے بتا دیا کہ آیا تھا۔ پولیس انسپکٹر کہنے لگا "اب مَیں تم سے اہم ترین سوال پوچھتا ہوں۔ اس لئے اس کا جواب خوب اچھی طرح سوچ کر دینا ہے۔ ڈیوڈ وہاں کس وقت آیا تھا؟"

"وہ ساڑھے بارہ بجے آیا تھا" جولیانہ نے کہہ دیا۔ مگر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ ڈیوڈ ہی کا گلا نہیں کاٹ رہی ہے اپنا بھی گلا گھونٹ رہی ہے۔ انسپکٹر نے ایک نوٹ بک میں کچھ لکھا۔ پھر اسے بند کر کے جولیانہ کا شکریہ ادا کیا اور چلنے لگا۔ جولیانہ نے اس سے پوچھا کہ آخر یہ سب قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا "ایک لڑکی ولما کے والدین نے رپورٹ لکھوائی ہے کہ ان کی بیٹی کل رات ڈیوڈ کے ساتھ تفریح کے لئے گئی تھی مگر ابھی تک واپس نہیں آئی ہے۔ ہم نے ڈیوڈ سے پوچھا تو اس نے یہ بیان دیا کہ کل رات اس میں اور ولما میں لڑائی ہوئی جس کے بعد وہ ایک طرف بھاگ گئی۔ ڈیوڈ نے اسے ادھر اُدھر تلاش کیا جب نہ ملی تو وہ تمہارے پاس پہنچ گیا۔ اس کے کہنے کے مطابق اس وقت ساڑھے دس بج رہے تھے مگر تم کہتی ہو کہ وہ ساڑھے بارہ بجے آیا تھا۔ اس لئے ہمیں ڈیوڈ سے دوبارہ پوچھ گچھ کرنی ہو گی"

اگلے دن کالج میں پہلے یہ افواہ اڑی کہ ولما کا ابھی تک پتا نہیں چلا۔ اور ڈیوڈ پولیس کی حراست میں ہے۔ اس کے بعد یہ افواہ پھیلی کہ ولما کی لاش مل گئی ہے پھر یہ کہا جانے لگا کہ لاش ابھی ملی نہیں ہے مگر قوی امید ہے کہ عنقریب مل جائے گی اور ڈیوڈ نے اقرار کر لیا ہے کہ اس نے ولما کو قتل کیا ہے۔ کسی کی زبانی یہ بھی سنا گیا کہ ڈیوڈ نے ابھی تک اقرار جرم نہیں کیا ہے البتہ پولیس کو یقین ہے کہ وہ اقرار کر دے گا۔ کسی نے کہا ولما مری نہیں ہے بلکہ کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔

اس کی ایک سہیلی سٹیلا نے اس سے پوچھا "سچ بتاؤ بات کیا ہے؟ ہفتے کی رات کو ڈیوڈ تمہارے پاس کس وقت آیا تھا؟ کیا تمہیں خوب اچھی طرح یاد ہے کہ وہ ساڑھے بارہ بجے ہی آیا تھا۔ اس سے پہلے نہیں آگیا تھا تم خود کو بچانے کیلئے ٹائم غلط تو نہیں بتا رہی ہو؟ جب وہ تمہارے پاس تھا اس دوران میں تم دونوں کیا کرتے رہے ہو؟"

ایک ہفتے تک نئی نئی افواہیں سنتے سنتے اور طرح طرح کے سوالات کا نشانہ بنتے بنتے جولیانہ کا دم الٹنے لگا۔ اور وہ کتابیں اٹھا کر گھر بھاگ آئی اس وقت ایک نئی افواہ یہ اڑ رہی تھی کہ گو ڈیوڈ اور ولما کا رشتۂ محبت بہت مضبوط تھا مگر جولیانہ اس میں رخنے ڈالنے کی کوشش کرتی رہی تھی اور ڈیوڈ سے چھپ چھپ کر ملا کرتی تھی۔ ولما کو جب اس کی اس حرکت کا پتا چلا تو اس نے ڈیوڈ کو ذمہ دار قرار دے کر اس سے قطع تعلق کر لیا۔

جولیانا اپنے گھر پہنچ کر بھاگی بھاگی اپنے سونے کے کمرے میں پہنچی اور بستر پر گر کر دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر بلک بلک کر رونے لگی۔ اسے بار بار یہ خیال آتا۔ ڈیوڈ نے مجھے یقین دلایا تھا کہ اس نے کوئی برائی نہیں کی ہے۔ پھر بھی مَیں نے ڈیوڈ کا ساتھ نہ دیا۔ اگر مَیں اسے بچانے کیلئے ساڑھے دس بجے کا ٹائم بتا دیتی! وہ بار بار اپنے آپ کو ملامت کرتی مگر واقعہ

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



یہ تھا کہ وہ کوئی فیصلہ نہ کر پاتی کہ اسے کیا کرنا چاہیئے تھا۔ کبھی کبھی تو اس کا یہ بھی دل چاہتا کہ خودکشی کرے۔ تاکہ اس جھنجھٹ سے چھٹکارا مل جائے۔ مگر اپنے دل کی اس آرزو کو عمل میں لانے کی ہمت نہ پاتی۔

اس روز تیسرے پہر کے وقت پولیس نے اسے تھانے بلایا تاکہ اس کا اور ڈیوڈ کا سامنا کرایا جائے۔

"ڈیوڈ کہتا ہے۔" پولیس انسپکٹر نے اس سے کہا "کہ تم جھوٹ بول رہی ہو۔ اور اس کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ تم اس سے انتقام لے رہی ہو اس کا کہنا ہے کہ تم نہیں چاہتی تھیں وہ ولما سے ملے مگر وہ ولما سے ملتا رہا۔ اس لئے تم اس کی دشمن ہو گئیں۔ اور ساڑھے دس کے بجائے ساڑھے بارہ کا وقت بتا کر دشمنی نکال رہی ہو؟"

جولیانا خاموش کھڑی اس کا منہ تکتی رہی۔

پولیس انسپکٹر کہتا رہا "ڈیوڈ کہتا ہے کہ تمہیں یہ بات خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ ولما کسی لڑکے کے ساتھ فرار ہو گئی ہے۔ مگر تم ہفتے کی رات ڈیوڈ کی ملاقات کا وقت غلط بتا کر اسے مجرم بنانے کی فکر میں ہو اب تم بتاؤ کہ ان باتوں کے جواب میں تمہارے پاس کہنے کو کیا ہے؟"

جولیانا نے انسپکٹر سے پوچھا "کیا آپ مہربانی کر کے یہ بتا سکتے ہیں کہ وقت میں فرق سے کیا بات پیدا ہوتی ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ میری سمجھ میں ابھی تک یہ چکر نہیں آیا کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ ڈیوڈ روبرٹسن کے مکان میں ساڑھے دس بجے داخل ہوا تھا یا ساڑھے بارہ بجے؟"

انسپکٹر مسکرایا۔ پھر کہنے لگا "قصہ یہ ہے کہ ہفتے کی رات کو ولما گیارہ بجنے کے کچھ دیر بعد آخری بار بڑی سڑک پر ایک جگہ دیکھی گئی تھی وہاں وہ ایک کار میں بیٹھی اور چل دی۔ دیکھنے والے یہ نہیں دیکھ سکے۔ کہ اس کار کو کون چلا رہا تھا مگر ان کا گمانِ غالب یہی ہے کہ ڈیوڈ چلا رہا تھا۔" جولیانا حیرانی سے اس کا منہ تکتی رہی۔

"مگر" انسپکٹر کہتا رہا "معاملہ اس قدر سنگین ہے۔ کہ ہم کسی شخص کے گمان یا قیاس پر تکیہ نہیں کر سکتے۔ ڈیوڈ نے حلفیہ بیان دیا ہے کہ وہ گیارہ بجے سے آدھ گھنٹہ پہلے روبرٹسن کے مکان پر تمہارے پاس تھا۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس وقت ولما ضرور اس لڑکے کے ساتھ ہو گی۔ جس کے ساتھ فرار ہوئی ہے۔ مگر ہم اس وقت تک مذکورہ آدمی کا پتا نہیں چلا سکے ہیں۔ ادھر تمہارا بیان ڈیوڈ کے بیان سے مطابقت نہیں کھاتا۔"

ابھی انسپکٹر نے اپنی بات ختم ہی کی تھی کہ ڈیوڈ کو کمرے کے اندر لایا گیا۔ وہ جولیانا پر نظر پڑتے ہی چلایا "جولیانا! تم حقیقت کیوں نہیں بیان کر دیتیں۔ کیا تمہیں یہ ظاہر کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ ہم دونوں ملتے رہے ہیں؟ تم جانتی ہو میں ولما سے تعلق ختم کر دینا چاہتا تھا۔ میرا اس سے ملتے رہنا صرف اس لئے تھا کہ اسے اپنے آشنا کے ساتھ فرار ہونے سے باز رکھوں۔ تم سچ سچ کیوں نہیں کہہ دیتیں؟؟"

جولیانا رو دی۔ مگر جب پولیس انسپکٹر نے اس سے دریافت کیا کہ آیا وہ اپنا بیان تبدیل کرنا چاہتی ہے تو اس نے سر ہلا کر انکار کر دیا چند منٹ بعد سپاہی ڈیوڈ کو باہر لے گئے۔ اور جولیانا کو گھر جانے کی اجازت دے دی گئی۔

کچھ دن بعد ڈیوڈ کو چھوڑ دیا گیا۔ وہ حسب سابق کالج آنے لگا جب اس کا اور جولیانا کا پہلی دفعہ سامنا ہوا۔ تو وہ ایسا بن گیا۔ جیسے جولیانا کو دیکھا ہی نہیں۔ مگر آخر ان دونوں کی نظریں مل ہی گئیں اس نے جولیانا سے کہا "تم نے مجھ پر اعتبار نہ کیا۔ میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ میں نے کوئی برائی یا جرم نہیں کیا ہے مگر تم نے میری مدد نہ کی" اور ایک ٹھنڈا سانس چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔

چھٹی کے بعد جولیانا نے ڈیوڈ کو اس کی کار کی طرف بڑھتے دیکھا تو اس کا دل مچل گیا کہ جا کر اس سے معافی مانگے۔ مگر جب اس نے کار کا رخ کرنا شروع کیا۔ تو دیکھا کہ ڈیوڈ ایک لڑکی میگ کی طرف بڑھ رہا ہے جولیانا جہاں تھی وہیں رک گئی۔ ادھر ڈیوڈ نے میگ کے پاس پہنچ کر اس سے بڑے تپاک سے ہاتھ ملایا۔ پھر وہ دونوں ہنس ہنس کر باتیں کرتے ہوئے ڈیوڈ کی کار کی طرف چلنے لگے۔ جولیانا نے اپنے دل میں کہا "اس نے ایک اور لڑکی ڈھونڈ لی ہے۔ جو اس پر اعتماد کرتی ہے۔ اف! میں نے بڑی غلطی کی کہ اس کے لئے پولیس سے جھوٹ نہ بولا" جولیانا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔

اخباروں میں یہ خبر چھپی کہ پولیس ابھی تک ولما کا پتا نہیں چلا سکی ہے مگر مکمل تحقیقات کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچ گئی ہے کہ ولما اس وقت

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



اس شہر میں نہیں ہے جس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ یہاں سے چلی گئی ہے۔ ڈیوڈ کو تمام شبہات سے بری کر دیا گیا ہے۔"

جولیانا نے جب یہ خبر پڑھی تو اپنے کمرے میں پہنچ کر اس کے کواڑ اندر سے بند کر لیے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ روتی جاتی تھی اور کہتی جاتی تھی: "ہائے میں نے ڈیوڈ کے کہنے پر اس کی مدد کیوں نہ کی!"

دفعتاً اس کے باپ نے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے کہا: "جولی۔ کواڑ کھولو۔ میں تم سے کچھ باتیں کرنی چاہتا ہوں۔" جولی نے فوراً آنسو پونچھ ڈالے۔ اور اٹھ کر کواڑ کھول دیئے۔ اس کے باپ نے اندر آ کر کہا۔

"تم نے پچھلے ہفتے سے اپنا برا حال کر رکھا ہے۔ نہ طریقے سے کھاتی ہو نہ آرام لیتی ہو۔ ہر وقت روتی دھوتی رہتی ہو۔ میری بیٹی! اس طرح کیسے کام چلے گا۔ میں چاہتا ہوں تم کو اس جھنجھٹ سے نکالوں۔ جس میں حالات نے تمہیں پھنسا دیا ہے تم مجھے سچ سچ بات بتا دو۔ کیا تم نے پولیس سے جھوٹ بولا ہے؟"

جولیانا کے تن میں آگ سی لگ گئی۔ وہ پلنگ سے اتر کر باپ کے سامنے چلّا چلّا کر کہنے لگی: "نہیں میں نے پولیس سے جھوٹ نہیں بولا۔ مگر چاہیئے یہی تھا کہ جھوٹ بولتی۔ ڈیوڈ بے قصور تھا اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ بے قصور ہے۔ مجھے اس کے کہنے کے مطابق وہی وقت بتانا چاہیئے تھا۔ جو وہ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کا کہا نہ مانا۔ میں نے اسے کھو دیا۔ حالانکہ اس نے مجھ سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ مجھ سے شادی کر کے زندگی بھر محبت نبھائے گا۔" ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا۔ اور وہ روتی ہوئی بستر پر جا گری۔

کچھ دیر تک اس کا باپ خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر اس نے بستر کے قریب پہنچ کر جولیانا کے سر پر بڑی شفقت سے ہاتھ پھیرا اور کہا: "میری پیاری بیٹی! تمہارا یہ خیال درست نہیں ہے کہ تمہیں ڈیوڈ کے لئے پولیس کو جھوٹا بیان دے دینا چاہیئے تھا۔ صداقت پھر صداقت ہے۔ ہمیں اس پر قائم رہنے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے میں بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرنی چاہیئے۔ تم اس وقت جذبات کی رَو میں اپنے اس اقدام کو کچھ اہمیت نہ دو۔ لیکن ایک وقت آئے گا جب تم کو اس کی اہمیت کا اندازہ ہو گا۔ اور تم اپنے اس کارنامے پر فخر کیا کرو گی"

مگر جولیانا کے دل پر اس کی ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا اس نے ناک بھوں سکیڑتے ہوئے تو دسے کہا: "ہاں یہ بڑا قابل فخر کارنامہ انجام دیا ہے میں نے کہ اپنی محبت کا گلا گھونٹ دیا۔ ڈیڈی کو کیا پتا کہ ڈیوڈ کو ہاتھ سے کھو دینے کے بعد میرے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ مجھ سے یہ غلطی نہ ہوئی ہوتی تو شاید اب تک ڈیوڈ مجھ سے شادی کر بھی چکا ہوتا۔ اور میں عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہی ہوتی۔"

اس کے بعد جب کبھی جولیانا ڈیوڈ کو اس کی نئی دوست میگ کے ساتھ دیکھ لیتی اس کے دل پر چھری سی چل جاتی۔ ولما کا ابھی تک کوئی پتا نہیں چلا تھا۔ مگر اب اس کے ماں باپ کے علاوہ اور کسی کو اس کی پروا تک نہ تھی۔ ڈیوڈ پہلے کی طرح ہر وقت قہقہے لگاتا۔ کالج کی سرگرمیوں میں جوش و خروش سے حصہ لیتا نظر آتا تھا۔

ایک مہینے بعد ایک رات جولیانا روبرٹسن کے ہاں ان کے بچوں کی خبرگیری کر رہی تھی کہ اچانک دروازے کی کال بیل بجی اور ایک منٹ بعد باہر سے ڈیوڈ کی آواز آئی: "جولی! میں ہوں ڈیوڈ۔ ذرا دروازہ کھولو!"

جولیانا لپک کر اٹھی اور فوراً دروازہ کھول دیا۔ ڈیوڈ کچھ کچھ جھجکتا ہوا کمرے کے اندر داخل ہوا پھر کہنے لگا: "ہیلو جولی! کیا اچھی ہو؟ تمہیں میرے اندر آنے پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟"

جولیانا کی نظریں فرش پر گڑی ہوئی تھیں اور اس کی آنکھوں میں ندامت کے آنسو تھے۔ ڈیوڈ اس کی یہ حالت دیکھ کر اس طرح ہنسا جیسے بہت محظوظ ہوا ہے۔ پھر کہنے لگا: "معلوم ہوا ہے کہ اعتراض نہیں ہے مگر بھئی پہلے ہمیں اپنی گھڑیاں ملا لینی چاہئیں۔ میری گھڑی میں اس وقت بارہ بج کر چار منٹ ہوئے ہیں۔ مسٹر رابرٹسن صاحب کی گھڑی بھی یہی وقت بتا رہی ہے نا؟"

"ڈیوڈ!" جولیانا نے اپنی بھیگی ہوئی نظریں اٹھا کر اس کی آنکھوں سے ملا دیں۔

پورے ایک مہینے سے جولیانا اپنے کئے پر پشیمان تھی اور خود کو لعنت ملامت کرتی رہی تھی۔ ڈیوڈ کے سامنے آن موجود ہونے سے یہ ندامت اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔

"جولی" ڈیوڈ نے اس کے پُر درد لہجے کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔ اور

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



جب اس نے منہ کھولا تو جولیانا کے نتھنوں میں شراب کا بھبکا آیا حالانکہ ڈیوڈ بظاہر پیئے ہوئے معلوم نہیں ہو رہا تھا۔

اگلے پانچ منٹ تک ان دونوں میں کوئی گفتگو نہیں ہوئی پھر رابرٹسن اور اس کی بیوی گھر آن پہنچے۔ انہوں نے اس مرتبہ حقیقتاً ناگواری محسوس کی مگر ڈیوڈ نے اپنی چرب زبانی سے انہیں رام کر لیا۔ اور ایک بار پھر جولیانا کو اس کے گھر چھوڑ آنے کی پیش کش کی۔ جولیانا فوراً اس کے ساتھ ہو لی مگر باہر نکل کر پھر پیدل چلنے پر اصرار کیا۔ ڈیوڈ بگڑ گیا کہ وہ اب بھی اس پر اعتماد نہیں کرتی۔ جولیانا نے اپنا اصرار واپس لے لیا۔ اور دو منٹ بعد وہ ڈیوڈ کے ساتھ اس کار میں بیٹھی ہوئی تھی۔

ڈیوڈ نے کار چلاتے میں اس سے پوچھا "کیا تم مجھے یاد کرتی رہی ہو۔ میں تو تمہاری یاد میں ہر لمحہ تڑپتا رہا ہوں!"

جولیانا نے بے قابو ہو کر کہا "یہی حال میرا بھی رہا ہے" اس کا خیال تھا کہ ڈیوڈ مجھے معاف کر چکا ہے۔ اس لئے اس سے اپنا حالِ دل بیان کر دینا چاہیئے۔ ڈیوڈ اس کی بات سن کر ہنسنے لگا۔

"مگر" جولیانا نے پوچھا "میگ کا کیا بنا؟ کیا اس نے بھی تمہارے ساتھ بے وفائی کی؟"

"ہاں!" ڈیوڈ نے ایک سرد آہ بھری "اس نے بھی میرے ساتھ وہی کیا جو ولما نے کیا تھا" اگلے لمحے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے مگر اس کے لہجے سے ظاہر تھا کہ وہ نشے میں بہک رہا ہے۔

جولیانا نے دل ہی دل میں خدا سے دعا کی چوراہے کی لال بتی جلے اور کار رُکے تاکہ وہ کار سے کود کر اس شرابی سے دور بھاگ سکے وہ اس ارادے سے دروازے کی طرف کھسکی۔ ڈیوڈ نے فوراً اس کی طرف دیکھا۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ اس نے لال بتی جل جانے کے باوجود چوراہا پار کیا۔ اور کار کو تیز رفتار پر دوڑا دیا۔ پھر کہنے لگا "یہ ذکر تو ان لڑکیوں کا تھا جنہیں مجھ سے محبت نہیں تھی مگر اس لڑکی کو کیا کہیں گے۔ جس نے مجھ سے محبت ظاہر کی مگر جس نے وقت پڑنے پر میری مدد نہ کی۔ یہ تو بیوفائی سے بھی زیادہ ناقابلِ معافی جرم ہوا؟"

جولیانا کا دل انتہائی خوف سے لرزنے لگا۔ کیا ڈیوڈ اس سے انتقام لینا چاہتا ہے؟ اب کیا کرے!

ادھر ڈیوڈ کی آنکھوں میں اچانک ایک ایسے وحشی درندے کی آنکھوں جیسی چمک نمودار ہوئی۔ جو اپنے شکار پر جھپٹنے کو ہو۔ اس نے جولیانا کو گھورتے ہوئے کہا "تم ولما سے ملنا چاہتی ہو۔ وہ تمہاری سہیلی بھی تو تھی اچھی لڑکی تھی۔ میں تمہاری اس سے ملاقات کرا دیتا ہوں۔ تم دونوں ایک دوسری سے مل کر یقیناً بہت خوش ہوں گی" اور وہ بڑے زور زور سے قہقہے مارنے لگا۔

جولیانا سمجھ گئی۔ کہ اس کے ارادے کیا ہیں۔ اس نے ٹھان لی کہ وہ دوڑتی ہوئی کار سے چھلانگ لگا کر اتر جائے گی۔ مگر معلوم ایسا ہوتا ہے۔ کہ ڈیوڈ نے اس کا یہ ارادہ بھانپ لیا۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھا کر جولیانا کا بازو پکڑ کر اسے اپنے قریب کھینچ لیا۔ پھر سانپ کی طرح سسیاتے ہوئے اس سے کہا "کار سے کودنے کا ارادہ نہ کرو۔ تم کود جانے کے بعد بھی مجھ سے بچ کر نہ جا سکو گی۔ اگر تم نے کار سے کود کر بھاگنے کی کوشش کی تو میں تمہیں پکڑ کر تمہارے تین ٹکڑے کر دوں گا۔ میری جیب میں چاقو ہے۔ اس کی دھار بڑی تیز ہے۔ اسی چاقو سے میں نے ولما کا گلا کاٹا تھا"

پھر اس نے کار کو پٹڑی پر چڑھا کر روک دیا۔ اور چاقو نکال کر اس کی نوک کو جولیانا کی پسلی سے چھو دیا۔ اور حکم دیا "کار کا وھیل سنبھالو اور اسے ڈرائیو کرو"

"چلاؤ کار" وہ پھر گرجا "چلو تھامو وھیل۔ اگر ذرا بھی چالاکی برتی تو گلا کاٹ ڈالوں گا۔ دغاباز، بے وفا لڑکی"

جولیانا کی آنکھوں سے بے تحاشا آنسو بہہ رہے تھے۔ اور اس کا دل خوف کی شدت سے پھٹا جا رہا تھا۔ اس نے وھیل سنبھال لیا اور کار چلانے لگی۔ ڈیوڈ اسے بتاتا رہا کہ کہاں موڑنا ہے اور کدھر جانا ہے وہ اس کی ہدایتوں پر عمل کرتی رہی۔ یہ نہ کرتی تو اور کیا کرتی!

ایک مرتبہ اس کے دماغ میں آیا۔ کہ وہ وھیل کو غلط گھما کر کار کو بجلی کے کسی کھمبے سے ٹکرا دے مگر جولیانا اس ارادے پر عمل کرنے کی جرأت نہ کر سکی۔ مگر ایک لمحے بعد اس کے ذہن نے پھر اسے سمجھایا کہ ڈیوڈ تجھے جہاں کہیں بھی لے جا رہا ہے وہاں پہنچ کر ہلاک کر دے گا۔ اس موت سے یہ موت کہیں بہتر ہے۔ کیونکہ یہ اپنے ہاتھوں اپنی جان لینا ہے اور چونکہ ایک ظالم سے جان بچانے کیلئے مرنا ہے اس لئے بہادری کی موت ہے۔ اور جب بجلی کا ایک کھمبا قریب آیا تو وھیل کو غلط گھمانے کی کوشش کی۔

Downloaded from https://paksociety.com



مگر ڈیوڈ نے یہ کوشش کامیاب نہ ہونے دی۔ اس کی چمکتی ہوئی آنکھیں وھیل پر اور اس سے زیادہ جولیانہ کے ہاتھوں پر جمی ہوئی تھیں۔ جونہی جولیانہ نے وھیل کو غلط گھمانا چاہا اس نے وہاں وھیل پر ہاتھ مارا اور اسے سیدھا کر دیا۔ اور چاقو جولیانہ کے پیٹ میں اتنے زور سے چبھویا کہ اس میں سے خون کی پھوار چھوٹی۔

کافی دیر بعد اس نے جولیانا کو کار روکنے کو کہا۔ اور گرج کر اسے حکم دیا کہ کار کے باہر نکلے۔ جولیانہ نے اس حکم کی تعمیل کی اور کار سے اُتر گئی۔ ڈیوڈ بھی اس کے پیچھے پیچھے کار سے باہر نکل آیا۔ اس نے جولیانہ کا ایک بازو اپنے دائیں ہاتھ میں جکڑ رکھا تھا

"اچھا جولی!" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا "اب تم مجھ سے درخواست کرو کہ میں تمہیں جان سے نہ ماروں۔ کرو! اسی طرح جس طرح میں نے تم سے درخواست کی تھی کہ پولیس سے جھوٹ بول کر مجھے بچاؤ"

اس نے جولیانا کا بازو اتنے زور سے مروڑا کہ جولیانہ کی تکلیف کی شدت سے چیخ نکل گئی۔

ڈیوڈ کہہ رہا تھا "تم درخواست کرو۔ اور میں اسی طرح اس درخواست کو ٹھکرا دوں گا۔ جس طرح تم نے میری درخواست رد کر دی تھی" وہ بڑے زور سے اور بڑے وحشیانہ انداز سے ہنسا "میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ تمہیں ہلاک کر دوں"

اچانک ڈیوڈ نے اس کا بازو ایک بار پھر انتہائی قوت سے مروڑا اور پھر اس کے اتنے زور سے لات ماری کہ وہ ایک دردانگیز چیخ مارتے ہوئے زمین پر گر پڑی ـــ عین اسی لمحے کہیں سے اتنی تیز روشنی ڈالی گئی کہ ڈیوڈ اور جولیانا اس میں نہا سے گئے۔ ڈیوڈ نے جو جولیانا پر جھکا ہوا تھا چونک کر جولیانہ کا بازو چھوڑ دیا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اور جدھر سے روشنی آرہی تھی ادھر گھورنے لگا ـــ اچانک ایک بھاری آواز گرجی۔

"ڈیوڈ۔ اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لو"

ڈیوڈ کے چہرے پر ایک ایسے جانور کی کیفیت طاری ہو گئی جو نرغے میں آگیا ہو۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا جیسے بھاگنے کی سوچ رہا ہے مگر اگلے لمحے اس طرح دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے جیسے سمجھ لیا کہ اس کے سوا چارہ نہیں ہے اگلے لمحے پولیس کے ایک سپاہی نے جھپٹ کر اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں۔ اور ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر جولیانہ کو پکڑ کر اٹھایا۔ جس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ رہی تھی۔

پولیس کے انسپکٹر نے جولیانا کو دلاسا دیا اور کہا "ہم پچھلے ایک مہینے سے دن رات اس کی کڑی نگرانی کرتے رہے ہیں۔ ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں تھا کہ ولما کو اسی نے ہلاک کیا ہے مگر قرائن کہہ رہے تھے کہ یہ حرکت اسی نے کی ہے۔ اب ہمیں ثبوت بھی مل جائے گا۔ ہم نے اس کی رسّی دراز کر دی تھی تاکہ یہ اسے پھندا بنا کر اپنے گلے میں ڈال لے"

اگلے دن پولیس نے معلوم کر لیا کہ ولما کی لاش ڈیوڈ نے اسی جگہ گاڑی تھی جہاں وہ جولیانہ کو لے گیا تھا۔ اس نے پولیس کو یہ بتایا کہ جب ولما نے اس کی یہ بات نہ مانی کہ وہ اس سے قطع تعلق نہ کرے تو اس نے غصے میں آکر چاقو اس کے سینے میں اتار دیا۔ اور اس کی لاش کو ویرانے میں لے جا کر گاڑ دیا۔ اب میں جولیانا کو اس کی سزا دینی چاہتا تھا کہ اس نے میرے لئے جھوٹ کیوں نہ بولا"

اس سانحے کے بعد جولیانا کے باپ نے اسے یہ قاعدہ بتایا کہ جو لڑکا کسی لڑکی سے اپنے لئے جرم کروانا چاہے وہ قابل اعتماد نہیں ہوا کرتا۔

مگر لڑکیوں کے نادان دل! ☆

## آنکھوں سے دل کا حال (بقیہ ص۵۶)

کہ محبت پہلی ہی نظر میں ہو جاتی ہے۔ قدیم مشرق میں جوہری بھی کوئی نگ موتی وغیرہ کسی متوقع خریدار کے سامنے پیش کرتے وقت اس کی آنکھوں کی طرف بڑے غور سے دیکھا کرتے تھے اور انہیں یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ اس کی آنکھوں کی پتلیاں اس نگ کو دیکھ کر پھیل رہی ہیں تو وہ تاڑ جاتے تھے کہ گاہک پھنس رہا ہے چنانچہ منہ مانگی قیمت وصول کر کے رہتے تھے۔

موجودہ دور میں بڑے بڑے تاجر اس نو ایجاد سائنس کے اس بنیادی اصول پر عمل کر کے بڑے بڑے فائدے اٹھا سکتے ہیں۔ یہی نہیں اس کے ذریعے پوری انسانی زندگی کا نقشہ پلٹا جا سکتا ہے اس کی وجہ ظاہر ہی ہے اگر انسان کے دل کا حال اس کی آنکھوں میں جھلکتا ہے۔ تو آنکھوں کی زبان سمجھنے والے ہر انسان کے بارے میں یہ اندازہ کر سکنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ کہ اس وقت وہ نرمی برتنے پر آمادہ ہے یا سختی کرنے کی سوچ رہا ہے یا اس وقت اس پر لطف و کرم کا چھڑ [illegible]

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



ازدواجی کہانی

فیضی

# محبّت کی دُنیا

کلیم، صبح دفتر جاتے وقت کہہ گئے تھے۔ "آج پکچر دیکھنے جانا ہے مانسرور میں ایک بڑی عمدہ فلم کی نمائش ہو رہی ہے۔" انہوں نے چلتے وقت مجھے تاکید کی تھی تیار رہنا۔ میں ٹھیک ساڑھے پانچ بجے گھر پہنچ جاؤں گا اور اسی وقت روانہ ہو جائیں گے۔ مگر میں تیار نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ میری چھوٹی بہن عطیہ کے ہاں سے پیغام آگیا تھا۔ "اچھی آپا فوراً چلی آؤ۔ تمہاری بڑی سخت ضرورت ہے۔"

مجھے معلوم تھا کلیم گھر پہنچ کر دیکھیں گے کہ میں سینما چلنے کیلئے تیار نہیں ہوئی تو ضرور خفا ہوں گے۔ اور شاید جھلاہٹ میں بُرا بھلا بھی کہنے لگیں۔ میں ان کی خفگی اور جھلاہٹ کے لئے دل کڑا کئے بیٹھی تھی۔ اور ساتھ ہی ان کا انتظار بھی کر رہی تھی۔ تاکہ کہوں آج سینما جانا نہیں ہو سکتا۔ مجھے عطیہ نے بلا بھیجا ہے۔ اور کہلوایا ہے کہ ساڑھے پانچ بجے تک اس کے گھر ضرور ہی پہنچ جاؤں۔ معلوم ہوتا ہے کسی مشکل میں پھنس گئی ہے۔ جس سے میری مدد کے بغیر چھٹکارا ممکن نہیں۔

مجھے خوب معلوم تھا کہ یہ سن کر ان کا پارہ اور بھی چڑھ جائے گا۔ اور وہ چیخ کر کہیں گے "بس تم تو چھوٹی بہن کی بھینٹ چڑھ جاؤ۔ نہ گھر کی پرواہ کرو۔ نہ شوہر کا خیال۔ نہ اپنے چین آرام اور تفریح کی سوچو ہر وقت عطیہ کی خدمت کے لئے ہاتھ باندھے اس کے سامنے کھڑی رہو"

مگر میں عطیہ کو بے سہارا کیونکر چھوڑ دوں۔ ان کو بارہا سمجھا چکی ہوں مگر یہ سمجھتے ہی نہیں۔ میری باتوں پر توجہ دینے کے بجائے اُلٹا غصے میں بھر جاتے ہیں اور چیخنا چلانا شروع کر دیتے ہیں۔

ساڑھے پانچ بجے جب وہ گھر میں گھسے تو مجھ پر نظر پڑتے ہی بھانپ گئے کہ کیا ماجرا ہے۔ چیخ کر بولے "اب کے کیا ہو گیا ہے عطیہ کو؟ بخار چڑھ آیا ہے؟ یا اس کا بچہ بیمار ہے؟"

ان کے لہجے میں اس قدر شدید حقارت تھی اور لفظوں سے اتنا تنفر ٹپک رہا تھا کہ میرا دل دہل گیا۔ اور میں اونچی آواز سے یہ کہے بغیر نہ رہ سکی کہ تم بول رہے ہو۔ یا میرے دل پر چرکے لگا رہے ہو؟

"ہاں!" انہوں نے میرے دُکھی لہجے کی نقل اُتاری۔ "چرکے لگا رہا ہوں۔ تم روز روز عطیہ کی مدد کو دوڑتی رہتی ہو۔ میرا گھر بھی اوندھا پڑا رہتا ہے اور میں تنہائی میں تلملاتا رہتا ہوں۔ اس سے میرے دل پر چرکے نہیں لگتے کیا؟"

میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اپنے شوہر کی یہ باتیں میرے دل میں چُبھ گئی تھیں۔ میں نے رقت آمیز لہجے میں کہا۔ "اگر میرے بار بار عطیہ کے ہاں جانے سے آپ کے دل کو اذیت ہوتی ہے تو مجھے اس کا از حد افسوس ہے۔ مگر میرا آج اس کے ہاں جانا بے حد ضروری ہے اس کا پیغام لانے والی عورت کہہ رہی تھی۔ بی بی بہت پریشان نظر آ رہی تھیں۔ آج تو آپ کو پکچر دیکھنے کا ارادہ ترک ہی کرنا پڑے گا۔"

"کر دو ترک!" انہوں نے جھلا کر دائیں ہاتھ کو گھونسہ بنا کر ہوا میں اس طرح مارا جیسے کوئی چیز ضرب مار کر توڑ دی۔ "گھر کو بھی ترک کر دو۔ مجھ کو بھی ترک کر دو۔ بہن کے لئے۔"

میں ان کی یہ بات سن کر سہم گئی۔ وہ کہتے چلے گئے۔ "مجھے راولپنڈی

Downloaded from https://paksociety.com



میں ایک ملازمت مل رہی ہے۔ میں وہ ملازمت قبول کیئے لیتا ہوں تم کو یہیں چھوڑ جاؤں گا۔ عطیہ بیگم صاحبہ کی خدمت کے لیئے۔"

میری آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ کلیم مجھے روتا نہیں دیکھ سکتے۔ ان کا غصہ چشم زدن میں کافور ہو گیا۔ دوڑ کر مجھے اپنے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ اور اپنے چوڑے چکلے سینے سے چمٹاتے ہوئے بولے۔

"نہیں نہیں۔ تمہیں یہاں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ تم کو بھلا میں اپنے سے کیسے جدا کر سکتا ہوں!" مگر تم بھی تو سوچو۔ عطیہ کوئی بچی نہیں ہے کہ تم پر لدی رہے۔ اس کے شوہر سے کہو کہ اس کی ذمہ داری سنبھالے۔ آخر تمہیں بھی اپنا گھربار چلانا ہے یا نہیں؟ تم جانتی ہو مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔ اسی محبت سے مجبور ہو کر یہ باتیں کہا کرتا ہوں۔"

اسے معلوم تھا کہ مجھے بھی کلیم سے بے اندازہ محبت ہے مگر عطیہ کو بھی میری ضرورت تھی۔

اسے میری ضرورت اسی دن سے پڑ گئی تھی جب پاپا اور امی دونوں بس کے حادثے میں ہلاک ہوئے تھے۔ اگلے دن سے ہم دونوں بہنوں کی زندگی اور طرح شروع ہوئی۔ اس وقت میری عمر آٹھ برس کی اور عطیہ کی پانچ برس کی تھی۔ ہم نانا نانی کے پاس پہنچا دیئے گئے۔ نانی اماں بڑی ہمدردی سے پیش آئیں اور انہوں نے زیادہ سے زیادہ شفقت دکھائی مگر نانا جان نے یہ جتا دینے میں ذرا بھی دیر نہیں لگائی کہ ہم ان پر ایک ناقابلِ برداشت بوجھ بن کر آن پڑے ہیں۔ انہوں نے صاف کہہ دیا کہ "تم دونوں کو اطاعت گزار اور محنتی لڑکیوں کی طرح زندگی بسر کرنی ہوگی جو موٹا جھوٹا پہنایا جائے گا وہ خوشی خوشی پہننا ہوگا۔ اور جو روکھی سوکھی میسر آئے اس کو خدا کا شکر ادا کر کے کھانا ہے۔"

صاف ظاہر تھا کہ ہم کو ایک غیر ضروری بوجھ سمجھتے ہیں۔ اور ہمارے آنے سے خوش نہیں ہیں۔ مگر ان کی ناخوشی کا نشانہ شروع ہی سے بیچاری عطیہ بنی رہی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہو بہو امی کی شکل کی تھی اور امی نے نانا جان کو ناخوش کر کے نانی اماں کے رشتے کے بھتیجے (ہمارے پاپا) سے شادی کر لی تھی۔

عطیہ اپنی بڑی بڑی آنکھوں، لمبے لمبے بالوں اور حسین چہرے سے بالکل ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے امی ایک کمسن بچی بن کر دوبارہ جی اٹھی ہیں۔ میں صورت شکل میں اس کے پاسنگ بھی نہیں تھی، عمر سے زیادہ لمبا قد، بال سوکھے سوکھے، روکھے روکھے اور چہرہ مہرہ بالکل معمولی۔ اس لیئے نانا جان کے نزدیک میں تو کسی شمار ہی میں نہیں تھی۔ ہاں عطیہ جو اپنی خوبصورتی کی وجہ سے ان کی مرحومہ نافرمان بیٹی سے بہت زیادہ ملتی ہوئی تھی، ہر وقت ان کے غضب کا نشانہ بنی رہتی۔

وہ جب چلتی تھی تو اس کی کمر لچکتی اور بل کھاتی تھی۔ کوئی کام کرتی ہوتی تھی تو اس وقت بھی کچھ نہ کچھ گنگنانے لگتی تھی۔ مگر نانا جان کو لڑکیوں اور عورتوں کا کمر لچکانا بےحد ناپسند تھا اسی طرح انہیں گانا یا گنگنانا بھی پسند نہیں تھا۔ پھر انہیں یہ بھی ناپسند تھا کہ کوئی کھلکھلا کر ہنسے یا اچھے کپڑے پہنے۔ دراصل انہیں تو کچھ بھی پسند نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ ان کی دونو نواسیاں دن رات گھر کے کام بڑی محنت سے کرتی رہیں روکھا سوکھا کھائیں۔ موٹا جھوٹا پہنیں۔

عطیہ نے بہت کوشش کی کہ نانا جان کو خوش رکھے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکی اس کی وجہ یہ تھی کہ نانا جان نے اسے جا بیجا سزائیں دے دے کر خود سے بیزار کر دیا تھا۔ اگر وہ سوالات حل کرنے کے وقت کھیلتی ہوئی پکڑی جاتی تو وہ اسے ایک کونے میں دیوار کی طرف منہ کر کے گھنٹوں کھڑا رکھتے۔ اگر وہ جلدی جلدی نوالے چباتی تو اسے لالچی کہہ کر ڈانٹتے لیکن اگر ہولے ہولے چباتی تو کہتے "نذیدی ہے"۔ ان کے اس قسم کے طعن و تشنیع اور بات بات پر سزا دینے سے عطیہ کا دل ان کی طرف سے اتنا بُرا ہو گیا تھا کہ انہیں خوش کرنے کے لیئے کچھ کرنا بھی چاہتی تھی تو اُلٹ کر جاتی تھی۔

نانی اماں اور میں ہر وقت ڈرتے رہتے تھے۔ کہ کہیں عطیہ اور نانا جان میں تکرار نہ ہو جائے۔ کیونکہ عطیہ مزاج اور زبان دونوں کی تیز تھی۔ میں اس سے برابر کہتی رہتی۔ دیکھو عطیہ نانا جان سے تکرار نہ کر بیٹھنا کہیں کبھی کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکل جائے جو بے ادبی کی ہو۔

میں نانا جان اور عطیہ کے درمیان دیوار بنی رہتی اگر عطیہ کے ہاتھ سے کوئی برتن وغیرہ ٹوٹ جاتا یا وہ کوئی غلطی کر بیٹھتی تو میں نانا سے کہہ دیتی کہ یہ غلطی مجھ سے ہوئی ہے۔

عطیہ غصے کے مارے بے بسی کا رونا روتے ہوئے چلا کر کہتی "نہیں آپا تم میرا قصور اپنے اوپر نہ لو۔ اس بڈھے کو (جو نانا جان بھی ہے)

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



سزا دیتے دو" مگر میں اسے چپ کرا دیتی اور کہتی :

" خبردار جو زبان کھولی تم نے" عطیہ۔ میں تمہارا قصور اپنے اوپر لے لوں گی تو نانا جی چپکے ہو جائیں یوں مصیبت ٹل جائے گی"

مگر ایک دفعہ جب عطیہ سے چوک ہوئی۔ اور اس کا الزام میں نے اپنے سر لے لیا۔ تو انہوں نے تاڑ لیا کہ میں نے عطیہ کو بچایا ہے۔ پھر کیا تھا غصے سے آگ بگولہ ہو گئے۔ اور شڑاشڑ مجھ پر بید پڑے۔ میں نے اُف تک نہ کی۔ اور پٹ پٹا کر اپنے پلنگ پر جا گری۔ عطیہ دبے پاؤں میرے پاس آئی اور بستر پر گر کر مجھ سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگی۔

" آپا۔ تم نے میرے بدلے مار کیوں کھائی" اس نے روتے ہیں مجھ سے پوچھا۔ میں نے اسے بھینچ کر کلیجے سے لگا لیا اور کہا "کیونکہ میں تم سے بڑی ہوں۔ میں ماں کی جگہ ہوں۔ تمہاری حفاظت مجھ پر فرض ہے کیونکہ امی مر چکی ہیں"۔

میں آٹھویں میں تھی اور عطیہ پانچویں میں تھی کہ ایک دن نانا جان پر اچانک دل کا دورہ پڑا۔ اور وہ چل بسے۔ اب عطیہ کو چین آرام اور بے فکری کی زندگی گزارنے کا موقع ملا۔ نانی اماں اسے اچھے سے اچھا کھلانے لگیں۔ اور انہوں نے اسے ایسے شاندار کپڑے پہنانے شروع کئے کہ وہ اسکول میں بہترین لباس والی لڑکی مشہور ہو گئی۔ ہم نے اس سے گھر کے سب کام بھی چھڑا دیئے اور وہ اپنا تمام وقت اپنی سہیلیوں کے ساتھ ہنستے بولتے میں گزارنے لگی۔

رفتہ رفتہ ہم دونوں جوان ہو گئیں ادھر اُدھر سے ہمارے رشتے آنے شروع ہوئے۔ میں نے نانی اماں سے کہہ دیا کہ پہلے عطیہ کی شادی کرو۔ نانی اماں نے پہلے تو یہی کہا کہ پہلے تمہاری ہونی چاہیئے۔ مگر چونکہ میری طرح وہ بھی عطیہ کو آنکھوں کا تارہ بنائے ہوئے تھیں اس لئے بہت جلدی میری ہمنوا ہو گئیں۔ عطیہ کی بات ایک کھاتے پیتے شریف گھرانے کے ایک لڑکے سے پکی ہو گئی۔ لیکن ابھی شادی میں تین مہینے باقی تھے۔ کہ نانی جان چل بسیں۔ مجھے ان کی موت کا اتنا زبردست غم ہوا کہ بیان نہیں کر سکتی۔ مگر عطیہ تو ان کے غم میں بالکل ہی نڈھال ہو گئی۔ بات کئے رو دیتی اور کہتی۔ فیضی اب زندگی کیسے کٹے گی نانی جان کے بغیر ہم کیسے زندہ رہ سکیں گے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سب کچھ چھن گیا"۔

میں نے اسے تسلی دی "نہیں عطیہ تم فکر نہ کرو۔ میں موجود ہوں۔ جب تک میں زندہ ہوں۔ تم کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ اور جب تک زندہ ہوں ہر موقعے پر تمہارے کام آؤں گی"۔

جب عطیہ کی شادی کا موقع آیا تو میں نے خاندانی جائداد فروخت کر دی۔ اور اس کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی۔ میں نے اسے جہیز میں ایک مکان بھی دیا مگر اپنے لئے بہت تھوڑی رقم رکھی۔ اور خود بھی عطیہ کے ساتھ رہنے لگی۔ عطیہ کا شوہر ایک فرم کا ڈائرکٹر تھا۔ اس کے پاس گھر پر بھی ملاقاتیوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ ان سب کی تواضع کا بار میں نے اپنے شانوں پر لے لیا۔ تاکہ عطیہ اپنی ازدواجی زندگی کا ابتدائی زمانہ عیش میں گزارے

جب عطیہ کے ہاں پہلا بچہ ہوا تو اس کی دیکھ بھال کی ساری ذمہ داری میں نے اپنے اوپر لے لی۔ اس کے ہاں ایک پھول سی بچی ہوئی تھی۔ مگر وہ زچگی سے نڈھال ہو گئی تھی۔ اس لئے تندرست ہونے میں کافی عرصہ لگا۔

اس دوران میں اس کی بچی کو میں نے ہی پالا پوسا۔

جب تخمیناً چھ مہینے کی ہوئی تب کہیں جا کر عطیہ اس قابل ہوئی کہ اس کو پال پوس سکے۔ مگر اس وقت بھی میں نے بچی کو پالنے کا سارا بوجھ عطیہ پر نہ ڈالا۔ کبھی اس سے کوئی کام لیتی تو اس طرح جیسے اس سے بچے پالنے کا شوق پورا کروا رہی ہوں۔

میری سہیلیاں مجھے بار بار ٹوکتیں "اب تم بھی تو شادی کر لو۔ کیا تمہیں اپنے گھر بار اور اپنے شوہر کی ضرورت نہیں؟ کیا ساری عمر چھوٹی بہن ہی کی خدمت گزاری کرتی رہو گی؟ میں کبھی تو یہ جواب دے دیتی کہ کر لوں گی آخر جلدی کیا ہے؟ اور کبھی اس طرح چپ رہتی جیسے ان کی بات کی قائل ہو گئی ہوں

جب خاندان میں یہ بات پھیلی کہ میں اپنی شادی کرنے کی نیت رکھتی ہوں تو جن عورتوں کے بیٹے شادی کی عمروں کے تھے انہوں نے میری طرف توجہ کرنی شروع کی۔ مگر ان میں جس کسی نے مجھے میری چھوٹی بہن کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی اس سے میں نے آئندہ رخ دے کر بات تک نہ کی۔ میری زندگی میں اپنی چھوٹی بہن کو جو حیثیت حاصل تھی اس پر میں کوئی مخالفانہ رائے زنی برداشت کرنے کو تیار نہ ہوتی تھی۔

عطیہ کا شوہر اپنی محنت کی وجہ سے روز بروز ترقی کرتا چلا گیا وہ بھی بڑا اچھا آدمی تھا۔ اسے ہر وقت عطیہ کی صحت اس کی خوراک اور لباس کا

Downloaded from https://paksociety.com



خیال رکھتا تھا۔ عطیہ کی صحت اپنے شوہر کی اس خاص توجہ سے بہت اچھی ہو گئی اب وہ ایک حسین بلبل کی طرح چہک چہک کر وقت گزارتی تھی۔

آخر ایک دن میری بھی نسبت قرار پا گئی۔ میرا ہونے والا شوہر بھی ایک بڑی فرم میں ملازم تھا۔ اس کی تنخواہ بھی معقول تھی۔ اور پوچھ گچھ سے جو کچھ معلوم ہوا اس کے لحاظ سے طبیعت کا شریف اور نیک انسان معلوم ہوتا تھا

عطیہ کو خوش ہونا چاہیئے تھا کہ اس کی بڑی بہن کا بھی گھر بس رہا ہے مگر نسبت ہوتے ہی اس کا رنگ بدل گیا۔ وہ مجھ سے بات بات پر لڑ پڑتی اور کبھی کبھی تو اسے اتنا شدید غصہ چڑھتا کہ جیسے جنون کا دورہ پڑ رہا ہے میں نے اسے کئی بار سمجھایا کہ اس کی صحت پر بُرا اثر پڑے گا۔ اس کے شوہر نے بھی میری بات کی تائید کی۔ مگر عطیہ نے ہر مرتبہ ہم دونوں کو باری باری گھورا۔ اور منہ پھیر لیا ایک دن میں شام تک کے لئے اپنی ایک سہیلی کے ہاں گئی۔ واپس آئی تو دیکھا کہ عطیہ کا شوہر بہت پریشان ہے۔ میں نے وجہ دریافت کی اس نے بتایا "عطی کو جنون کا دورہ پڑا ہے" میرا حیرت سے منہ کھلا کا کھلا رہ گیا جنون کا دورہ! اللہ رحم کرے! عطیہ کے بستر کے قریب پہنچی تو وہ مجھے دیکھتے ہی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اور چیخ کر کہنے لگی: اب بھی کیوں آئی ہیں۔ رانی جی! جب چھوٹی بہن کا جنازہ اٹھ رہا ہوتا اس وقت آ جاتیں میں اپنے گھر کو خود سنبھال سکتی ہوں۔ جاؤ تم اپنا گھر بساؤ۔ چھوٹی بہن کو مرنے دو۔"

میں نے اسے خوب ڈانٹا "فضول باتیں نہ کرو عطی۔ بستر میں لیٹ جاؤ اور نیند میں خیال ڈالنے کی کوشش کرو۔ چلو لیٹو!"

اس نے تیوریاں تو چڑھائیں مگر بہر حال اسی وقت لیٹ گئی اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے شوہر نے مجھ سے اشارے سے کہا۔ کہ اب اور کچھ نہ کہوں اور کمرے سے باہر نکل آؤں!

جوں جوں میری شادی کے دن قریب آتے گئے عطیہ کے دوروں کی شدت بڑھتی گئی۔ اس کے شوہر نے بہتیرا علاج کیا۔ ڈاکٹر پہ ڈاکٹر بدلتا رہا مگر عطیہ کی حالت بہتر نہ ہوئی۔ وہ جب کبھی موقع پاتی مجھ کو ڈانٹنے لگتی اگر شوہر منع کرتا تو اس پر برس پڑتی۔ ہم دونوں حیران تھے کہ کیا کریں۔ جب کبھی اسے نرمی سے سمجھاتے کہ اپنی حالت پر قابو پانے کی کوشش کرے تو وہ جواب میں بُری طرح چیخنا شروع کر دیتی۔

عطیہ کی یہ حالت دیکھ کر میرا جی تو نہ چاہتا تھا کہ شادی کروں۔ مگر تاریخ مقرر ہو چکی تھی۔ میری شادی ہو گئی۔ میرے شوہر کلیم چند دن کے اندر اندر صورتِ حال کو پوری طرح سمجھ گئے۔ انہوں نے مجھے اجازت دے دی کہ جب ضرورت سمجھوں عطیہ کے ہاں چلی جایا کروں۔ مگر جب انہوں نے یہ دیکھا کہ عطیہ کی خدمت کرنے کیلئے مجھے اپنے گھر اور شوہر کی طرف سے لاپروائی برتنی پڑتی ہے تو وہ مجھ پر بگڑنے لگے۔

آج جب میں نے ان کے سامنے عطیہ کے ہاں جانے سے انکار کر دیا تو ان کی ناراضگی اپنی انتہا کو پہنچ گئی مگر میں نے ان کی ناراضگی کی بھی پروا نہ کی۔ میں نے کہا "میری بہن کو جنون کے دورے پڑنے لگے ہیں۔ اس کا میرے سوا اور کون ہے۔ میں اس وقت عطیہ کے ہاں ضرور جاؤں گی"

"ضرور جاؤ" کلیم خلافِ عادت چیخ کر بولے "میں بھی جا رہا ہوں اور نہ جانے کہاں جا رہا ہوں"

میں نے اپنے بیگ میں دو چار کپڑے اور کچھ ضرورت کی چیزیں رکھیں اور بیگ نوکر سے اٹھوا کر دروازے کا رخ کرنے لگی۔

کلیم نے بڑے سخت لہجے میں پوچھا "نہیں مانتی میری بات؟"

میں نے نرمی سے کہا "آج آپ کو ہو کیا گیا ہے۔ میں اپنی چھوٹی بہن کے گھر جا رہی ہوں کسی غیر مرد کے پاس تو نہیں جا رہی"

وہ چیخے "تم اپنی چھوٹی بہن کو اپنے مسئلے خود حل کرنے دو۔ کیا تمہاری اپنی زندگی نہیں ہے؟"

"عطیہ کو میری ضرورت ہے" میں نے کلیم کو سمجھانے کی کوشش کی مگر میرے یہ الفاظ آگ پر تیل ثابت ہوئے۔ انہوں نے اور زیادہ چیخ کر کہا "مجھے بھی تو تمہاری ضرورت ہے!"

میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کیا کروں؟ ان کو کس طرح سمجھاؤں۔ ان کے سینے میں اپنا دل کیسے ڈال دوں۔"

وہ زور زور سے بولتے ہوئے کہہ رہے تھے "تم اس کی خدمت گزاری ترک کر دو۔ اسے ہوش آ جائے گا۔ اپنے کام خود کرنے لگے گی۔ تم کو اس نے ایک جنجال میں ڈال رکھا ہے۔ اس وقت عطیہ کے ہاں جانے کے بجائے میرے ساتھ چل کر پکچر دیکھو۔ جس کام کے لئے عطیہ نے تمہیں بلایا ہے اسے لامحالہ وہ خود کرے گی"

"یہ نہیں ہو سکتا" میں نے تنک کر کہا۔ اور دروازے کے باہر نکل آئی۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com

ملازم نے رکشا لا کر کھڑا کر دیا میں اس میں بیٹھی اور رکشا روانہ ہو گیا۔

راستے میں میں اپنے دل سے باتیں کرنے لگی۔ کلیم کو مجھ سے دلی محبت ہے۔ انہیں میری ضرورت بھی ہے۔ مگر میں عطیہ کو اکیلا کیسے چھوڑ سکتی ہوں۔ وہ ایک ایسے پودے کی طرح جسے میں نے سالہا سال کی محنت سے پروان چڑھایا ہے۔ اب اگر اس پودے کو ایک مرض گھن کی طرح لگ رہا ہے۔ تو کیا میں اسے اس مرض سے نہ بچاؤں؟

میں عطیہ کے گھر پہنچی تو اس کا شوہر حیران و پریشان کھڑا دروازے کی طرف اس طرح دیکھ رہا تھا۔ جیسے میرے پہنچنے کا بڑی بیتابی سے منتظر ہے۔ مجھے دیکھتے ہی وہ میری طرف بڑھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے

"آپا" اس نے رُندھے ہوئے گلے سے بڑے دردانگیز لہجے میں کہا۔

"آج صبح سے عطیہ برابر چیخے جا رہی تھی۔"

"تم پر چیخ رہی تھی"۔ میں نے پوچھا۔

وہ جواب دیتے ہوئے جھجکا پھر کہنے لگا "جی نہیں۔ آپ کو بُرا بھلا کہہ رہی تھی۔ پھر ملازم سے کہا" کہ آپ کو بلا کر لائے"

"اب کہاں ہے؟" میں نے پوچھا "کیا آرام کر رہی ہے"

"جی نہیں" اس نے تقریباً روتے ہوئے کہا "ابھی ابھی اسے دورہ پڑا۔ اور بے سدھ سی ہو کر بستر پر گر پڑی۔ میں خدا سے یہی دعا کر رہا تھا کہ آپ جلد پہنچ جائیں"

یہ باتیں کرتے ہوئے ہم دونوں عطیہ کے کمرے کے اندر داخل ہو چکے تھے۔ عطیہ کا شوہر کہہ رہا تھا "اگر آپ ہر موقعہ پر مدد کرنے کے لئے نہ پہنچ جایا کریں۔ تو میں تو پاگل ہو جاؤں"

وہ اپنی بات ختم کر کے بے اختیار رو پڑا۔ میں اپنے جن آنسوؤں کو روک رہی تھی۔ وہ بھی مچل کر میری آنکھوں سے باہر نکل آئے۔

اچانک مجھے چکر سا آیا۔ مگر اس سے پہلے کہ میرا جسم فرش کا رخ کرے عطیہ کے شوہر نے جھپٹ کر مجھے اپنے بازوؤں میں سنبھال لیا۔

"ہاں۔ یہ مزے آ رہے ہیں" عطیہ نے چیخ کر مجھے چونکا دیا۔

اگلے لمحے وہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح پلنگ سے فرش پر اُتر پڑی۔

"عطیہ" میں نے چیخ کر اسے روکنا چاہا۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہوا کہیں وہ اوندھے منہ فرش پر گر کر اپنا سر نہ پھوڑ لے۔ "پلنگ پر لیٹی رہو"

"ہاں" عطیہ نے دانت پیستے ہوئے انتہائی نفرت کے لہجہ میں کہا "میں پلنگ پر لیٹی رہوں۔ اور تم میرے شوہر کے آغوش میں رہو؟"

"یہ کیا فضول باتیں بک رہی ہو" اس کے شوہر نے جھلا کر اسے ڈانٹا۔

"بس" عطیہ کڑکی "تم خاموش رہو"

پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوئی اور طنز بہ شائستگی سے کہنے لگی۔

"میں بستر پر پڑی رہوں اور آپ میرے شوہر، میری بچی اور میرے گھر پر راج کریں" اس کے چہرے کے نقوش خوفناک ہنسی سے بگڑ رہے تھے "آپ بڑی بہن ہیں میری۔ ملاحظہ فرمایئے آپ کی محبت اور شفقت۔ آپ ڈائن بن کر اس بہن کو کھا جانا چاہتی ہیں جسے آپ نے بیٹی کی طرح پال پوس کر بڑا کیا ہے!"

"عطی" اس کے شوہر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "خدا کیلئے بس کرو"

"بس تم کرو" عطیہ نے دھاڑتے ہوئے اپنے شوہر سے کہا۔

اگلے لمحے وہ میری طرف مڑی۔ چہرے پر غیظ و غضب کی آگ لئے ہوئے اور جھپٹ کر مجھ پر آ پڑی۔ میں ابھی پوری طرح سمجھی بھی نہ تھی کہ اس کا ارادہ کیا ہے۔ اتنے میں اس نے اپنے دونوں ہاتھ وحشیانہ پھُرتی سے آگے بڑھا کر ان کے ناخنوں سے میرے چہرے کو نوچنا شروع کر دیا۔

وہ پوری قوت سے مُکے مارتی جاتی تھی "مجھے تجھ سے نفرت ہے تو آدم خور ڈائن ہے۔ تو مجھ کو کھا جانا چاہتی ہے مگر میں تجھ کو مار ڈالوں گی ہاں۔ جان سے مار دوں گی"

میرے چہرے سے خون بہنے لگا۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کی کلائیاں پکڑ کر اسے روکنا چاہا۔ مگر وہ زیادہ طاقتور تھی اور اس وقت مجنونانہ غیظ و غضب کی وجہ سے اس کی طاقت اور بڑھ گئی تھی اگر اس کا شوہر اسے پرے نہ دھکیلتا تو اس نے مجھے سچ مچ جان سے مار ڈالا ہوتا۔ دھکیلے جانے سے وہ فرش پر گر پڑی۔

ہم دونوں نے اس کے بے ہوش جسم کو اٹھایا۔ کیونکہ وہ فرش پر گرتے ہی بیہوش ہو گئی تھی۔ اور لے جا کر بستر پر ڈالا۔ اس کے شوہر نے مجھ سے کہا "آپ اپنے گھر جایئے میں اسے ہسپتال لے جاتا ہوں اگر آپ ساتھ ہوں گی تو ہوش میں آنے پر شاید پھر آپ پر حملہ کر دے"

میرے چہرے کے تازہ زخموں میں ضرور جلن ہو رہی ہو گی مگر مجھے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com

اس وقت اس جلن کا ذرا بھی احساس نہیں تھا۔ میری آنکھوں سے جو آنسو بارش کی جھڑی کی طرح برس رہے تھے یہ دراصل غم کے اس سیلاب کا بند ٹوٹ جانے کی وجہ سے امڈے چلے آ رہے تھے۔ جو نہ جانے کہاں سے ابل پڑا تھا۔

یہ غم اس بات کا نہیں تھا کہ عطیہ نے غلط فہمی کی وجہ سے میری بے عزتی کی ہے۔ بلکہ میرا دل عطیہ کی بری حالت دیکھ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔

اس غم کی تہ میں یہ شرمندگی بھی تھی کہ اگر میں نے کلیم کی بات مان لی ہوتی اور اس وقت یہاں نہ آئی ہوتی تو اس مصیبت سے دوچار نہ ہوتی عطیہ کا شوہر جس طرح اس کو اب ہسپتال لے جا رہا ہے اسی طرح میرے نہ آنے کی صورت میں بھی لے جاتا۔

مجھے خیال آیا۔ شاید کلیم کی یہ بات ٹھیک ہی ہے۔ کہ مجھے عطیہ اور اس کے شوہر کو ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ شاید میری غلط امداد ہی سے عطیہ اس حالت کو پہنچی ہے۔ میں کلیم کو نظرانداز کر کے ساری توجہ عطیہ پر صرف کرتی رہی۔ جس کا لاشعور میرے اس رویے پر بغاوت کر رہا ہو۔

یہی باتیں سوچتی ہوئی میں اپنے گھر پہنچی تو دیکھا کہ میرا ملازم دروازے پر پریشان سا کھڑا ہے۔

میں نے ٹیکسی سے اترتے ہی پوچھا "کیا ہوا قیوم؟ تو پریشان کیوں ہے؟"

وہ جواب میں کچھ کہنے کو ہوا۔ مگر بات اس کے منہ سے نہ نکلی۔ صرف ہونٹ تھرا کر رہ گئے۔

میں نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ اب بھی کوشش کے باوجود کچھ نہ کہہ سکا۔ صرف ہاتھ سے یہ اشارہ کر کے رہ گیا کہ میں اندر چلوں ــــ میں گھر کے اندر داخل ہوئی۔ میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ خدا خیر کرے۔ جب میں کمرے کے اندر داخل ہوئی تو اس نے آگے بڑھ کر میز کی طرف اشارہ کیا۔ میں فوراً میز کے قریب پہنچی۔ اس پر ایک کاغذ رکھا ہوا تھا۔ جو کلیم کے ہاتھ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

میں نے وہ کاغذ اٹھا کر پڑھا۔ کلیم نے لکھا "چونکہ تمہاری زندگی میں میرا مقام اپنی چھوٹی بہن اور بہنوئی کے بعد ہے اور مجھے یہ حیثیت پسند نہیں۔ اس لئے میں تمہاری زندگی سے نکل جاتا ہوں۔ خدا حافظ!"

مجھے ایسا معلوم ہوا۔ جیسے میں ایک بھنور میں گر پڑی ہوں اور اب ڈوبنے کو ہوں۔ قریب تھا کہ میں چیخ مار کر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالوں کہ اتنے میں ــــ

"بھابی!" کلیم کے ایک دوست عظمت کی آواز سنائی دی۔ وہ دروازے پر کھڑا کہہ رہا تھا "بھائی مال روڈ پر ایک حادثے کی وجہ سے زخمی ہو گئے ہیں۔ میں انہیں ہسپتال پہنچا کر آیا ہوں۔ آپ فوراً چلیئے ڈاکٹر کہتا ہے چوٹ تو زیادہ نہیں آئی ہے۔ مگر پریشان زیادہ ہیں"

میں اس کے ساتھ ہو لی۔ ایسی حالت میں مجھے کچھ خبر نہ تھی کیا ہو رہا ہے اور میں کہاں جا رہی ہوں۔

ہسپتال میں کلیم ہوش میں تھے۔ مجھے دیکھ کر ان کی باچھیں کھل گئیں اور مجھے ایسی محبت بھری نظروں سے دیکھا کہ میں خود مسرت سے جھوم اٹھی۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ انہیں کوئی بڑی چوٹ نہیں آئی تھی۔

اور انہیں عطیہ کے ہاں کا سب ماجرا سنایا۔ اور ساتھ ہی کہا کہ آئندہ میں وہی کروں گی جو آپ چاہتے ہیں۔ میں معافی کی خواستگار ہوں۔

مگر کلیم نے اس کے باوجود راولپنڈی والی ملازمت قبول کر لی۔ تاکہ ہم لاہور سے دور رہیں۔ اور عطیہ مجھے بار بار بلا ہی نہ سکے۔

## گھریلو مسائل (بقیہ صـ)

اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا تو میرے والدین یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہو جائیں کہ یہ امداد چاہنا نہیں ہے بلکہ انہیں بلیک میل کرنا ہے۔

اس کے علاوہ آپ اپنے شوہر کو یہ بھی سمجھایئے کہ اس طرح آپ کے والدین کی نظروں میں آپ کے شوہر کا وقار گھٹ رہا ہے میرے لئے یہ صورتِ حال ناقابلِ برداشت ہے کہ میرے ماں باپ میرے شوہر کو نکما نکھٹو اور آسامی باز سمجھیں۔ ہر چھٹے مہینے ملازمت چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ کوئی ایسا کام کرنا چاہیئے جو مستقل ہو۔ آمدنی خواہ تھوڑی ہو لیکن مستقل ہونی چاہیئے۔ خانہ دار آدمی کے لئے آمدنی کا مستقل ہونا بے حد ضروری ہے۔ ورنہ اس کا خانگی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

آپ اپنے شوہر کو یہ نکتہ بھی سمجھایئے کہ اس حالت میں بچے ان کے بارے میں غلط رائے قائم کر لیں گے جس کا ان کی زندگی پر برا

[illegible]

Downloaded from https://paksociety.com



فریدہ خانم میری لینڈ

# آنکھوں سے دل کا حال معلوم کیا جا سکتا ہے

علم نفسیات کی ایک اہم شاخ علم قیافہ ہے۔ یعنی کسی انسان کے چہرے یا اس کی حرکات و سکنات سے یہ اندازہ کر لینا کہ اس وقت اس کے دل میں کیا ہے۔ آنکھ انسانی چہرے کا ایک ایسا عضو ہے جس میں اس کے خیالات، احساسات اور جذبات ہر وقت جھلکتے رہتے ہیں۔ آیئے ہم آپ کو بتائیں کہ کسی کی آنکھوں کی کیفیات سے اس کے خیالات کا اندازہ کس طرح لگایا جا سکتا ہے۔

جب آپ کسی سے کچھ کہہ رہی ہوں۔ تو فوراً اس کی آنکھوں کی طرف توجہ کیجئے۔ اگر ان آنکھوں کی پتلیاں پھیلی ہوئی ہوں تو سمجھ جایئے کہ مخاطب آپ کی بات کا یقین کر رہا ہے یا اس پر آپ کے کہے کا اثر ہو رہا ہے۔ اگر اس کی آنکھوں کی پتلیاں سکڑی ہوئی ہوں تو جان جایئے کہ آپ کی بات اس پہ بے اثر رہی ہے۔

جب آپ کسی کے سامنے اپنی کوئی درخواست یا مطالبہ پیش کرتی ہیں تو وہ خواہ زبانی کتنی ہی ہمدردی ظاہر کرے آپ اس وقت اس کی بات کا یقین نہ کیجئے۔ جب تک اس کی آنکھوں کی پتلیوں کو پھیلتا ہوا نہ دیکھ لیں۔ اگر وہ زبان سے آپ کا مطالبہ پورا کرنے کا وعدہ کر رہا ہے۔ لیکن اس کی آنکھوں کی پتلیاں سکڑی ہوئی ہیں تو سمجھ لیجئے کہ یہ سب زبانی جمع خرچ ہے۔

پتلیوں سے انسانی قلب کا راز عیاں ہو جانے کی گہری وجہ یہ ہے کہ علم حیات کے قاعدوں کی رُو سے، جب دل خوش ہوتا ہے یا اس پر لطف و انبساط کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اس وقت آنکھوں کی پتلیاں پھیلنے لگتی ہیں۔ اس کے برعکس جن لمحوں میں دل کی گہرائیوں سے ناپسندیدگی یا نفرت کا جذبہ ابھرتا ہوتا ہے آنکھوں کی پتلیاں بھینچ جاتی ہیں۔

اس اصول کی بنیاد پر شکاگو یونیورسٹی کے ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر ایکہارڈ ہیس نے ایک نیا علم "پیوپلو میٹرکس" (آنکھوں کی پتلیوں کی سائنس) ایجاد کیا ہے۔ یہ علم اس طرح وجود میں آیا کہ ایک دن وہ بعض حیوانوں کی رنگین تصویریں دیکھ رہا تھا کہ اس کی بیوی نے کہا۔

"ابھی چند منٹ پہلے آپ کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئی تھیں"

ڈاکٹر ہیس کا ذہن فوراً اس طرف منتقل ہوا۔ کہ اس وقت کوئی ایسی تصویر اس کی نظر سے گزر رہی ہو گی جس میں کوئی لطف انگیز اور مسرور کن خصوصیت ہو گی۔ اگلے دن اس نے اپنی تجربہ گاہ میں اپنے اس خیال کو عملی تجربے کی کسوٹی پر پرکھا۔ اس نے وہی تصویریں جو گزشتہ دن دیکھی تھیں اپنے ایک مددگار کو دکھائیں اور خود اس کی آنکھوں کی پتلیوں پر نظر جمائے رہا۔ اچانک اس کے مددگار کی پتلیاں پھیل گئیں۔ ڈاکٹر نے اس تصویر کی طرف توجہ کی جس پر اس کے مددگار کی نظریں تھیں وہ ایک دلکش ترین مورنی کی رنگین تصویر تھی۔

ڈاکٹر ہیس نے اپنی اس نئی سائنس کا اطلاق انسانی زندگی کے اہم ترین رشتے شادی پر اس طرح کیا ہے کہ ان کے خیال میں جب کسی لڑکی کو اس لڑکے کا فوٹو دکھایا جائے جس سے اس کا رشتہ زیر غور ہو تو اس کی آنکھوں کی کیفیت کا اندازہ کیا جائے۔ اگر ان آنکھوں کی پتلیاں پیش نظر فوٹو دیکھ کر پھیل جائیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ لڑکی اس لڑکے کو پسند کرتی ہے۔ اور بلا تامل شادی کر دینی چاہیئے۔

ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ قدیم لوگوں کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے

Downloaded from https://paksociety.com



ڈاکٹر پروفیسر رخسانہ ظہور احمد

# گھریلو مسائل

## زچگی سے خوف

**مسئلہ۔** میرے بھائی کی شادی ہوئے تین سال گزر چکے ہیں مگر ابھی تک ان کے ہاں بچہ نہیں ہوا اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان دونوں میں کوئی جسمانی نقص ہے یا کسی ایک کی کسی جسمانی خرابی کی وجہ سے اولاد نہیں ہو رہی ہے۔ ہم نے دونوں کا طبی معائنہ کروایا تھا۔ ڈاکٹروں نے یہ رائے ظاہر کی کہ جسمانی لحاظ سے دونوں اولاد پیدا کرنے کے قابل ہیں اصل وجہ میری بھاوج کا یہ خوف ہے کہ بچہ جننے کی تکلیف ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ اور اس میں زچہ کی جان ضائع بھی ہو سکتی ہے۔ میرا بھائی مجھ سے چھوٹا ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر مجھے اس کا ہر طرح خیال رہتا ہے۔ اور بھاوج کے اس بےبنیاد خوف کی وجہ سے اس کا بے اولاد رہنا میرے لئے پریشانی کا باعث بن گیا ہے۔ میری بھاوج کا یہ عالم ہے۔ کہ سمجھنا سمجھانا تو درکنار اگر اس کے سامنے یہ ذکر بھی چھیڑو تو پاگلوں کی طرح چیخنا شروع کر دیتی ہے۔ کچھ عرصے سے تو اس نے میرے بھائی کو یہ الٹی میٹم بھی دے دیا ہے کہ اگر تم نے مجھے ہاتھ لگایا تو گھر کے باہر نکل جاؤں گی۔ میرے بھائی کی عمر چھبیس اور بھاوج کی عمر تیئس برس کی ہے۔ اور ان دونوں میں بڑی محبت ہے ماشاءاللہ دونوں کی عمریں ایسی ہیں۔ کہ پیار محبت سے زندگی گزاریں اور ان کے ہاں کھیلتے مالتے چاند سے بچے ہوں۔ مگر میری بھاوج کی بے جا ضد اور خوف کی وجہ سے میرے بھائی کی زندگی بے مزہ ہو گئی ہے۔ اور اندیشہ ہے وہ گھبرا کر کسی طرف نکل جائے گا۔ میں نے اس بارے میں اس سے گفتگو کی تو کہنے لگا۔ کہ میں تمہاری بھاوج کے ساتھ زبردستی کسی حالت میں نہیں کر سکتا۔ مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ اسے اگر کسی وجہ سے بچہ کی پیدائش سے ڈر لگتا ہے۔ تو بھی میری خاطر اس ڈر پر قابو حاصل کرنا چاہیئے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ میرا گھر بے چراغ رہے گا۔ اور یہ حالت میرے لئے ناقابل برداشت ہوگی۔ اس بے حد اہم مسئلے نے ہمارے خاندان میں ایک ہولناک کھچاؤ پیدا کر دیا ہے۔ از راہِ مہربانی اس کا کوئی حل بتایئے۔

شہزادی سلطان جہاں

## حل

جو مسئلہ آپ اور آپ کے بھائی کو درپیش ہے یہ سچ مچ بڑا کٹھن ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی انسان کے ذہن سے کوئی ایسا خوف دور کرنا بے حد مشکل کام ہے۔ جو اس میں گھر کر گیا ہو اور آپ کی بھاوج کے ذہن میں یہ خوف پیوست ہو کر رہ گیا ہے۔ کہ اگر اسے زچگی کی مصیبت سے گزرنا پڑا تو وہ مر جائے گی۔

جب کسی انسان کی ذہنی حالت ایسی ہو جایا کرتی ہے تو اسے خواہ کسی طرح بھی سمجھائیں وہ صحیح بات ماننے کو تیار نہیں ہوا کرتا۔ میرے ایک عزیز کے دل میں نہ جانے کس طرح یہ خوف بیٹھ گیا تھا کہ ہوائی جہاز کا سفر ان کے لئے مہلک ہوگا۔ ہم لوگوں نے انہیں ہزار طرح سمجھا کر دیکھ لیا۔ مگر انہوں نے جواب نفی میں دیا۔ یہی حال آپ کی بھاوج صاحبہ کے ذہن کا بھی ہے۔ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ دنیا میں ہر سال کروڑوں عورتیں بچے جنتی ہیں پھر بھی ان بچوں سمیت تندرست و توانا رہتی ہیں۔ لیکن آپ کی بھاوج چونکہ ڈر گئی ہیں۔ اس لئے یہ حقیقت ان کو حاملہ ہونے پر ہرگز ہرگز آمادہ نہ کر سکے گی۔ میرا قیاس کہتا ہے کہ یہ خوف ان کے ذہن میں کسی ایسی عورت

Downloaded from https://paksociety.com



کی باتوں سے جاگزیں ہوا ہے۔ جس کی ہر بات پر انہیں اتنا کامل یقین ہے کہ وہ جو کچھ کہتی رہی ہے اس پر بغیر سوچے اعتماد کرتی آئی ہیں۔ یہ عورت بہت باتونی ہے اور ہر بات کو مبالغے سے بیان کرتی ہے اس نے کسی موقعے پر آپ کی بھاوج کے سامنے زچگی کے بارے میں اتنا خوف انگیز نقشہ کھینچا ہے کہ وہ سچ مچ ڈر گئی ہیں۔ اور انہیں بچہ جننا موت نظر آنے لگا ہے۔

اس بنا پر میری ایک تجویز تو یہ ہے کہ آپ کسی طریقے سے اس عورت کا پتا چلائیں جس نے آپ کی بھاوج کو زچگی سے خوفزدہ کر رکھا ہے۔ اسے سمجھائیں کہ کس طرح اس کی بے ڈھب باتوں سے آپ کے بھائی کا گھر برباد ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اسے چاہیئے کہ آپ کی بھاوج کے دل سے بچہ جننے کا ڈر نکالے۔ اس عورت نے اس قسم کی باتیں یا تو محض اس لیے کی ہوں گی کہ عادتاً زیادہ باتیں کرنے اور ہر بات کو مبالغے کے ساتھ بیان کرنے کی عادی ہے یا پھر یہ بدخو ہو گی اور اس نے دانستہ یا نادانستہ آپ کے بھائی کے ساتھ دشمنی کی ہے۔ اس صورت میں وہ سمجھانے سے نہیں مانے گی۔ اور آپ کو اس کی بدخوئی کا پرچار کرنا پڑے گا۔ اس سے آپ کی بھاوج کو یہ اندازہ کرنے کا موقع مل جائے گا کہ ان کے خوف کی نوعیت کیا ہے

اگر انہیں بہکانے والی عورت کا پتا نہ چلے یا اگر پتا چل جانے کے بعد وہ اس سے مکر جائے کہ آپ کی بھاوج کو اس نے ڈرایا ہے یا وہ اپنی پیدا کی ہوئی خرابی کو دور کرنے کا وعدہ کرے مگر اس وعدے کو پورا نہ کرے تو پھر آپ اپنی بھاوج سے یہ ذکر کرنا ہی چھوڑ دیں

آپ کے بھائی کا یہ خیال جذباتی ہی نہیں عملی طور پر بھی بڑا وزنی ہے۔ کہ زبردستی نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ سختی بھی نہیں برتنی چاہیئے۔ کیونکہ ابھی آپ کے بھائی اور بھاوج کی عمریں اتنی زیادہ نہیں ہیں کہ اگر وہ چند برس اور اولاد پیدا نہ کریں گے تو پھر اس کا وقت گزر جائے گا۔ آپ کے بھائی کو اس طرح کا رویہ اختیار کرنا چاہیئے کہ جیسے وہ بھی نہیں چاہتے۔ کہ ان کی بیوی زچگی کی مصیبت سے دوچار ہو۔ کیونکہ انہیں اپنی چہیتی بیوی کی جان بچوں سے زیادہ عزیز ہے۔ اس سے آپ کی بھاوج کے ذہن کو وہ خوف دور کرنے میں مدد ملے گی جو اس پر چھایا ہوا ہے۔ آپ کے بھائی کو اپنی بیوی سے اس قسم کی باتیں کرنی چاہئیں۔ جیسے میں تم سے اتنی زیادہ محبت کرتا ہوں۔ کہ تمہیں ہر وقت کسی خوف میں مبتلا نہیں دیکھ سکتا۔ اولاد جائے بھاڑ میں مجھے بچے نہیں چاہئیں۔ دنیا میں سارے ہی مرد عورت تو اولاد والے نہیں ہوتے ہزاروں، لاکھوں بے اولاد بھی رہتے ہیں۔ اگر میرے ہاں اولاد نہ ہوئی تو کونسی قیامت آ جائے گی۔ تم بالکل فکر نہ کرو۔ اور اپنے دل سے یہ خوف نکال دو۔ کہ میں تم پر جبر کر کے تمہیں زچگی کی آفت میں ڈالوں گا۔

آپ نے یہ نہیں لکھا کہ آیا آپ کی بھاوج کو صرف زچگی کا خوف ہے یا انہیں بچوں ہی سے نفرت ہے اگر انہیں بچوں سے نفرت نہیں ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ دل سے تو چاہتی ہیں کہ ان کے ہاں اولاد ہو صرف کسی کے دانستہ یا نادانستہ بہکانے سے زچگی کا خوف دل میں بیٹھا ہوا ہے۔

آپ کو چاہیئے اپنی بھاوج کو بتائے بغیر مشاہدے سے یہ معلوم کریں کہ آیا ان کو بچوں سے دلی لگاؤ ہے یا نہیں اگر ہو تو پھر خاندان کے بچوں کو یہ ترغیب دیں۔ کہ وہ ہر وقت ان کے اردگرد رہا کریں اس سے ان کے دل میں یہ شوق پیدا ہو گا۔ کہ ان کے آگے بھی بچے ہوں۔ اور یہ شوق رفتہ رفتہ اس خوف پر غالب آ جائے گا۔ جو ان کے ذہن پر چھا گیا ہے ۔

## سسرال کے سر کھانے والا شوہر

**مسئلہ** ۔ میرے شوہر چھ مہینے سے زیادہ کہیں ملازمت نہیں کرتے اور جب بیکار رہتے ہیں تو مجھ سے کہتے ہیں کہ اپنے ماں باپ سے کچھ لے کر آؤ۔ وہ میرے لئے اچھے شوہر اور بچوں کے لئے اچھے باپ ثابت ہوئے ہیں۔ مگر ان کا یہ عیب میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوتا جا رہا ہے۔ کیا کروں؟

**حل** ۔ آپ اپنے شوہر سے یہ کہیئے کہ میرے ماں باپ بہت دفعہ میری مدد کر چکے ہیں۔ مگر کسی کی فراخدلی سے اس طرح فائدہ اٹھانا صحیح نہیں ہر بات کی ایک حد ہوا کرتی ہے۔ جس سے آگے بڑھ کر یہ نامناسب شکل اختیار کر لیتی ہے ۔ (باقی بر صفحہ ۵۵)

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



افسر النساء حسن

نسرین خانم

# خشک موسم میں بالوں کی حفاظت

شاعروں نے عورت کے سر کے بالوں کو نسوانیت کا آبنوسی تاج بتایا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تشبیہ بالکل صحیح ہے۔ عورت کے سر کے بال اگر خوشنما ہوں تو یقیناً اس کے حسن کو اسی طرح چار چاند لگ جاتے ہیں جیسے شاہی تاج سے کسی بادشاہ یا ملکہ کے رعب داب میں کئی گناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہر عورت کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اس کے سر کے بال ہر وقت دھلے دھلائے صاف ستھرے اور چمکدار نظر آئیں۔ بالوں کی طرف توجہ کرنے سے ان کی عمر بڑھتی ہے۔ اس کی علامت ان کی روزافزوں آب و تاب ہوتی ہے۔ اور ان کی عمر بڑھانے کا کارگر طریقہ یہ ہے کہ بالوں کو صحت مند رکھنے کے طریقوں پر مسلسل عمل جاری رکھا جائے جس طرح کسی نفع بخش کاروبار میں سرمایہ لگانے سے یقینی طور پر نفع ہوتا ہے اسی طرح بالوں کی مسلسل نگہداشت سے بھی بڑا فائدہ ہوتا ہے

عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہفتے میں ایک دو مرتبہ سر دھو لینے سے بالوں کی نگہداشت کا حق ادا ہو جاتا ہے۔ مگر یہ خیال صحیح نہیں ہے سر کے بالوں کو صحتمند اور خوشنما رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ انہیں روزانہ خوب اچھی طرح مل مل کر دھویا جائے۔ یہی نہیں ان کو بہترین قسم کا تیل لگا کر ان کی مناسب خوراک بھی مہیا کی جائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح ہر بڑھتی ہوئی چیز کو خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح بالوں کی جڑوں کو بھی قوت بخش تیل کی طلب ہوتی ہے۔ خاص کر خشک موسم میں یہ عمل اور بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ ہر دن کوئی نفیس ترین تیل مل مل کر جذب کیا جائے۔ بازار میں طرح طرح کے عمدہ تیل دستیاب ہیں۔ لیکن اصلی روغن زیتون اپنی حیات بخش خاصیتوں کی وجہ سے سر کے بالوں کے واسطے مفید ترین ہے۔ یہ تیل مناسب مقدار میں لیکر ذرا گرم کر لیجئے۔ اور پھر اسے آہستہ آہستہ مل کر کھوپڑی کی جلد میں جذب کر دیجئے۔

بعض لوگ سر میں تیل کی مالش اس طرح کرتے ہیں کہ اسے ہتھیلیوں سے رگڑ رگڑ کر کھال میں کھپا دیتے ہیں۔ اس طرح کھوپڑی کا دوران خون تو تیز ہو جاتا ہے۔ لیکن بالوں کی جڑوں کو تقویت نہیں پہنچتی۔ سر کی ایسی مالش جس سے دوران خون تیز ہونے کے ساتھ باقاعدہ بالوں کی جڑیں بھی مضبوط ہوں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ تیل ہاتھوں کی انگلیوں کی پوروں سے سر کی جلد میں جذب کیا جائے۔

سر کی مالش کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ تیل برش کے ذریعہ کھال میں جذب کیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ یہ عمل روزانہ کیا جائے۔ اس کا فائدہ یہ ہے۔ کہ سر کی میل روز کے روز صاف ہوتی رہتی ہے۔ مردہ کھال برش کی رگڑ سے اتر جاتی ہے۔ اور بالوں کی بہت سی بیماریاں بھی دور ہو جاتی ہیں۔ بالوں میں برش پھیرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اسے کھوپڑی کے ہر حصے تک پہنچایئے۔ وہ قدرتی تیل جو بالوں کو ملائم اور چمکدار بناتے ہیں بالوں کے ان گچھوں کی جڑوں میں جمے ہوتے ہیں۔ جو کھوپڑی سے اگتے ہیں سر پر برش زور زور سے پھیرا جائے تو یہ تیل ہر بال کی پوری لمبائی تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور اسے پالش کر کے چمکدار بنا دیتے ہیں۔ اگر آپ کے سر کے بال سوکھے سوکھے سے رہتے ہیں تو ان کی خشکی کا صحیح علاج یہی ہے کہ ان پر سر کے قدرتی تیلوں کا پالش ہو یہ کام اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ سر پر روزانہ زور زور سے برش پھیرا جائے۔ برش سے سر کو رگڑنے کے بعد

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



اسے فوراً دھونا نہیں چاہیئے۔ یہ کام اگلے دن کیا جا سکتا ہے۔

مالش کرنے اور برش پھیرنے کے علاوہ بالوں کو شامپو کرنے سے بھی ان کی عمر بڑھتی ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ مردہ بالوں کو بھی نئی زندگی مل جاتی ہے۔ شامپو کے لئے اس قسم کی کوئی قید یا پابندی نہیں ہے کہ کتنے وقفے سے کیا جائے۔ تاہم یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ جب کبھی شامپو کرنے کی ضرورت محسوس ہو فوراً کرنا چاہیئے۔ اس معاملے میں ٹال مٹول سے بالوں کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ بعض خواتین کو چار یا پانچ دن بعد شامپو کی ضرورت پڑتی ہے۔ جبکہ بعض دیگر خواتین کو ہفتوں اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ بہر حال ضرورت کے مطابق شامپو کرنا چاہیئے۔ مگر اس سلسلے میں بعض نکتے یاد رکھنے چاہئیں۔ جن بالوں کو کافی عرصے بعد شامپو کیا جائے۔ ان کو اس طرح دھونا چاہیئے جس [illegible] برتن کو خوب اچھی طرح صاف کرنے کیلئے مانجھتے ہیں۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ تو آپ کے بالوں کی آب و تاب جاتی رہے گی۔ اور وہ بے رونق سے نظر آنے لگیں گے۔ پھر اس بات کا بھی خاص طور سے خیال رکھیئے کہ سارا جھاگ بالوں پر سے اتر جائے۔ آپ شامپو کرنے کے بعد جس پانی سے بال دھوئیں وہ شروع میں گرم ہونا چاہیئے۔ مگر دھونے کا عمل ختم ہوتے وقت ٹھنڈا ہوتے وقت ٹھنڈا ہو جانا چاہیئے۔ تاکہ جھاگ پوری طرح دور ہو سکے۔

سر میں کنگھی کرنے سے بالوں کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں۔ کنگھی کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے۔ کہ ماتھے سے پیچھے کی طرف لے جایا جائے اور بالوں کو نرمی سے گرنے دیا جائے۔ کنگھی کو جھٹکے دینے سے بالوں کی جڑوں کو نقصان پہنچے گا۔

بعض خواتین یہ ضرورت محسوس کرتی ہیں۔ کہ ان کے بال عام رفتار سے زیادہ تیز رفتار پر بڑھنے چاہئیں اسی طرح بعض خواتین اس کی خواہشمند ہوتی ہیں کہ ان کے بال سیدھے ہوں۔ یہ دونوں مقصد اس طرح حاصل کئے جا سکتے ہیں کہ کنگھی بالوں میں پھیرنے سے پہلے گرم کر لی جائے۔

مالش اور تیل کے علاوہ بعض اشیائے خوردنی استعمال کرنے سے بھی بالوں کی عمر اور ان کی آب و تاب بڑھتی ہے۔ جیسے گاجر، منقہ، پالک ہر قسم کے مغزیات جن اشیائے خوردنی میں وٹامن اور لوہا ہو ان سے بھی بالوں کی چمک دمک میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہی کام سیب بھی کرتا ہے۔

جب کبھی اس قسم کی افسوسناک صورت حال پیش آئے کہ آپ کے سر کے بال گرنے لگیں اس پر فوراً قابو پانے کی کوشش کیجیئے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کنگھی کی جاتی ہے تو ہر کنگھی کے ساتھ ڈھیروں بال اتر آتے ہیں۔ بعض خواتین یہ سمجھ کر ڈر جاتی ہیں۔ کہ وہ گنجی ہو رہی ہیں مگر عموماً عورتوں کو گنجا پن لاحق نہیں ہوا کرتا نائلون کے برش، تیز دندانوں کے کنگھے اور کنگھیاں اور تیز کناروں والی پنیں یا کلپ بھی بالوں کی جڑوں کو کمزور کرتے ہیں یوں بال اترنے کا سبب بن جاتے ہیں۔ جونہی بال گرنے شروع ہوں ان سب کا استعمال فوراً ترک کر دینا چاہیئے۔

بہت دفعہ دبلے ہونے کے لئے فاقے کرنے یا چربی دار یا روغنی غذائیں ترک کر دینے سے بھی بال اترنے شروع ہو جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب خوراک سے چکنائی اور روغن خارج کر دیئے جاتے ہیں تو سر کے بالوں کو کافی روغن نہیں ملتا جس سے وہ خشک ہو کر اپنی آب و تاب کھو بیٹھتے ہیں۔ پھر جب خشکی کا اثر جڑوں تک پہنچتا ہے تو بال اکھڑنے شروع ہو جاتے ہیں اس کی روک تھام کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بالوں میں نفیس ترین تیل کی مالش کر کے ان کی جڑوں کو تقویت پہنچائی جائے روغن زیتون کے علاوہ کھوپرے کا تیل بھی اس مقصد کیلئے مفید ثابت ہوتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اصلی ہو۔ روزانہ پندرہ منٹ تک کھوپرے کے تیل کی مالش اس طرح کیجئے کہ تیل کو ہاتھوں کی انگلیوں کی پوروں سے مل مل کر سر کی جلد میں جذب کر دیجئے۔ رات بھر یہ تیل سر میں لگا رہنے دیجئے۔ اگلے دن کسی ایسے عمدہ شامپو سے بال دھو ڈالیئے جو انڈے سے تیار کیا گیا ہو۔ پہلے مہینے تک ہر دوسرے دن اس طرح مالش کیجئے دوسرے مہینے ہفتہ وار مالش کر لیا کیجئے۔ بالوں کی جڑوں کو مضبوط کرنے لئے پھینٹا ہوا انڈا بھی مفید ثابت ہوتا ہے ہفتے میں ایک مرتبہ ایک انڈا لیکر اس کی سفیدی اور زردی کو ملا کر پھینٹ لیجئے اور سر دھونے سے پہلے پندرہ منٹ تک مل مل کر سر کی جلد میں جذب کر دیجئے تیز دندانوں کی کنگھی ہرگز نہ کیجئے اور ایسے برش سے بھی گریز کیجئے غرض بالوں کی صفائی اور ان کی حفاظت آپ کا ایک اہم فریضہ ہے۔ اس کی ادائیگی سے کبھی غفلت نہ کیجئے۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



لیڈی ڈاکٹر مس راشدہ قریشی ایم بی بی ایس

# آپ کے سوالات

## گرمی دانے

**سوال** - گرمی دانے کیوں نکلتے ہیں - اور ان کا علاج کیا ہے؟

**جواب** - گرمی دانے اس وقت نکلتے ہیں جب پسینہ خارج کرنیوالے مسام کسی خرابی کی وجہ سے بند ہو جاتے ہیں - پسینہ ان مسامات کے راستے باہر نکلنے کا راستہ نہیں پایا - اوپر سے کھال پر گرمی پڑتی ہے - اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ان غدودوں کی دیوار دل سے باہر نکل آتا ہے - جن میں پیدا ہوتا ہے - اس وقت کھال میں جلن سی ہونے لگتی ہے - جس کے فوراً بعد پن کی گھنڈی جتنے بے شمار سفید سفید دانے نمودار ہو جاتے ہیں - ان کا علاج یہ ہے کہ کھال کو ٹھنڈا اور سوکھا رکھا جائے ہلکے ڈھیلے کپڑے پہنے جائیں - پنکھے کے قریب بیٹھا جائے - فوارے کے نیچے بیٹھ کر نہایا جائے - گرمی دانوں پر پاوڈر چھڑکا جائے اور جسمانی مشقت کے کام نہ کئے جائیں - اگر گرمی دانوں سے زیادہ تکلیف محسوس ہونے لگے تو کسی ڈاکٹر کو دکھانا چاہیئے -

## انگلی پر چٹا

**سوال** - مَیں جس انگلی میں انگوٹھی پہنتی ہوں اس پر انگوٹھی کے نگینے کے عین نیچے ایک لال لال سوکھا چٹا نمودار ہو گیا ہے یہ انگوٹھی اتارنا میں پسند نہیں کرتی - کیونکہ یہ میری شادی کے موقع پر میرے دولہا نے پہنائی تھی - بتائیے یہ مشکل کیسے حل ہو؟

**جواب** - انگوٹھی اتارنا پسند نہیں تو اسے صرف چند دن کے لئے کسی اور انگلی میں پہن لیجئے - اور چٹے پر کوئی کریم ملئے اس سے چٹ رفتہ رفتہ جاتا رہے گا - جب اس سے نجات مل جائے تو انگوٹھی پھر اسی ——— انگلی میں پہن لیجئے جس میں پہنے رہنا مرغوب ہے - آئندہ اس کی احتیاط کیجئے - کہ انگوٹھی اور انگلی کی جلد کے درمیان گرد و غبار کے ذرے جمع نہ ہوں - اس کے علاوہ انگوٹھی کو کبھی کبھی انگلی سے اتار کر صابن سے دھونا بھی چاہیئے -

بعض چٹے یا دمبل یا چکتے صرف کریم ملنے سے دور نہیں ہوتے ان کے لئے کسی ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہیئے -

## ناخنوں پر سفید دھبے

**سوال** - ناخنوں پر جو سفید سفید دھبے پڑ جاتے ہیں کیا یہ کیلسیم لینے سے دور ہو سکتے ہیں؟

**جواب** - جی نہیں - ناخنوں پر اس قسم کے دھبے نمودار ہونے کی وجہ کوئی چوٹ ہوا کرتی ہے - یا پھر یہ کسی بیماری کے بعد کے اثرات سے پیدا ہوتے ہیں - ان کو دور کرنے کی بہترین ترکیب یہ ہے کہ صحت بخش خوراک کھائی جائے اور کھلی فضا میں لمبے لمبے سانس لئے جائیں -

## چھاتیوں پر ٹھنڈا پانی چھڑکنا

**سوال** - اگر مَیں اپنے پستانوں پر ٹھنڈے پانی کا اسپرے کروں تو کیا یہ بھر جائیں گے؟ مجھے یہ ترکیب میری ایک سہیلی نے بتائی ہے

**جواب** - آپ یہ عمل ہرگز نہ کریں - کیونکہ یہ خطرناک اور مضر ثابت ہو سکتا ہے - بعض خواتین یہ مقصد حاصل کرنے کیلئے ہارمون کریم استعمال کرتی ہیں مگر ہم آپ کو اس کے استعمال کا مشورہ بھی نہیں دیں گے

## گلے کی خرابی

**سوال** - میرے گلے میں گھڑگھڑاہٹ رہتی ہے۔ کبھی کبھی ورم بھی ہو جاتا ہے۔ اور سوزش تو اکثر محسوس ہوتی ہے۔ اس خرابی کا کیا سبب ہو سکتا ہے؟

**جواب** - گلے کی سوزش کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ آپ دن رات جس فضا میں سانس لیتی ہوں اس کی ہوا گندی ہو۔ جو لوگ اپنا زیادہ وقت انسانوں کے ہجوموں یا بند جگہوں میں بسر کرتے ہیں ان کے گلوں میں بھی خراش رہنے لگتی ہے۔ اس قسم کے لوگوں کیلئے گلے کی خرابی کا بہترین علاج یہ ہے کہ تازہ ہوا زیادہ سے زیادہ مقدار میں کھائیں۔ بعض لوگوں کو یہ بیماری چھوت سے ہو جایا کرتی ہے۔ جیسے کسی ایسے ٹیلیفون کے قریب بار بار منہ لے جایا جاتا جو مقررہ وقفوں سے صاف نہ کیا جاتا ہو میری ایک سہیلی کا گلا اس لئے خراب رہنے لگا تھا کہ وہ خطوں پر جو ٹکٹ چپکایا کرتی تھیں ان کو زبان لگا کر تر کیا کرتی تھیں یہ عادت ترک کر دینے سے ان کا گلا ٹھیک ہو گیا تھا۔

## ہری ترکاریوں سے رغبت نہ ہونے کی وجہ

**سوال** - میری ایک سہیلی کا بچہ جس کی عمر ڈھائی سال کی ہے آلو بڑی کثرت سے کھاتا ہے مگر ہری ترکاریاں اور پھل وغیرہ کھلانے چاہو تو منہ پھیر لیتا ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے جسم میں ضروری حیاتین کی کمی ہے؟

**جواب** - ہری ترکاریوں میں وٹامن ج ہوتی ہے لیکن شاید آپ کی سہیلی کا کمسن بچہ یہ وٹامن آلوؤں ہی سے حاصل کر لیتا ہے اس لئے اسے ہری ترکاریوں سے رغبت نہیں ہے۔ تاہم آپ اپنی سہیلی سے کہئے کہ وہ اسے وٹامن ج پلا دیا کریں۔ یہ وٹامن سیال شکل میں دوا فروشوں سے مل سکتی ہے۔

## جسم پھیلنے لگا ہے

**سوال** - مَیں کچھ عرصے سے ایک دفتر میں ملازمت کر رہی ہوں۔ بظاہر یہی ہے کہ مجھے کئی کئی گھنٹے تک بیٹھے رہنا پڑتا ہے اب میرا جسم پھیلنا شروع ہو گیا ہے۔ خصوصاً کولہوں پر سے چوڑا ہوتا چلا جا رہا ہے کیا آپ کوئی ترکیب ایسی بتا سکتی ہیں جس سے یہ عیب دور ہو جائے۔ میری عمر اس وقت اٹھائیس برس کی ہے۔

**جواب** - میز کرسی پر بیٹھ کر کام کرنے والے مردوں اور عورتوں کے جسم اسی طرح پھیلنے شروع ہو جایا کرتے ہیں۔ آپ مندرجہ ذیل نکات پر عمل کریں۔ جب کرسی پر بیٹھی ہوں اس حالت میں ہر لمحہ شعوری طور پر یہ کوشش کریں کہ آپ کا جسم جھکنے نہیں بلکہ تنا رہے اس طرح جیسے آپ اپنا توازن برقرار رکھنے پر زیادہ سے زیادہ توجہ دے رہی ہیں۔ اس کے علاوہ ریڑھ کی ہڈی کو سیدھا رکھنے کی بھی کوشش کیا کیجئے۔ اس کے لئے یہ ورزش مفید ہے کہ کرسی پر بیٹھے ہونے کی حالت میں پیٹ اور پٹھوں کے اعصاب کو بیک وقت سیکڑیئے۔ ایک اور ورزش یہ ہے کہ دن میں دو تین مرتبہ کرسی سے اُٹھ کر چند قدم چلیئے۔ اور پھر کرسی پر آن بیٹھئے دوپہر کے کھانے کے وقت اگر ممکن ہو تو کچھ دُور تک تیز چال سے چلیئے۔

Downloaded from https://paksociety.com



# زیبی دسترخوان

## مچھلی کے کباب

سامان۔ آدھ سیر مچھلی۔ آدھ چھٹانک آلوؤں کا بغیر مسالے کے بھرتا۔ ایک چھوٹا چمچہ بھر پسی ہوئی لال مرچ۔ ایک چمچہ بھر گرم مسالہ۔ ایک چمچہ بھر پسی ہوئی املی۔ پیاز کی ایک گٹھی۔ دو مہین کتری ہوئی ہری مرچیں۔ ادرک کی ایک ڈلی جسے بہت مہین کتر لیا گیا ہو۔ ایک بڑا چمچہ بھر ٹماٹر کا رس۔ دو انڈے۔ آٹا مچھلی تلنے کیلئے تیل۔

ترکیب۔ مچھلی کو دھو کر صاف کر ڈالئے پھر اسے پانی میں ابالئے۔ پانی کی مقدار تھوڑی ہی ہونی چاہیئے۔ مچھلی کی ہڈیاں اور کانٹے صاف کر کے اسے ایک طرف رکھ دیجئے۔ اب فرائی پان میں تھوڑا سا گھی گرم کر لیجئے اور پیاز ادرک اور ہری مرچوں کو اس میں تل لیجئے۔ پھر فرائی پان کو چولھے پر سے اتار کر اس میں آلوؤں کا بھرتا، گرم مسالحہ، مچھلی اور ایک انڈا بھی ڈال دیجئے اوپر سے ٹماٹر کا رس ملا دیجئے۔ اور خوب پھینٹئے۔ اب دوسرے انڈے کو خوب اچھی طرح پھینٹ کر اس میں آٹا ڈال کر اس مرکب کو دوبارہ پھینٹئے۔ اور اس میں تھوڑا سا پانی ڈال دیجئے۔ پہلے مرکب کے لیموں کے برابر گولے بنا لیجئے اور انہیں دوسرے مرکب میں ڈبو ڈبو کر کھولتے ہوئے تیل میں تلیئے۔ گرم گرم کھانے میں بڑا مزا آتا ہے۔ (عائشہ مبین۔ حیدرآباد)

## کیلے کا رائتہ

سامان۔ ڈیڑھ پاؤ دہی۔ تین یا چار کیلے۔ دو ہری مرچیں۔ ایک بڑا چمچہ بھر گرم مصالحہ۔ ایک چوتھائی چائے کا چمچہ بھر پسی ہوئی لال مرچ۔ نمک بقدر ذائقہ۔ ایک چائے کا چمچہ بھر کشمش۔

ترکیب۔ کیلوں کو چھیلو اور ان کے گودے کو چھوٹے چھوٹے چوکور ٹکڑوں میں کاٹ لو۔ پھر ہری مرچوں کو لمبے لمبے ٹکڑوں کی شکل میں کاٹو۔ اس کے بعد نمک، گرم مصالحے اور دہی کو آپس میں خوب اچھی طرح ملاؤ۔ اس مرکب میں کیلے کے ٹکڑے اور ہری مرچیں شامل کر دو۔ اوپر سے کشمش ڈال دو۔ کیلے کا رائتہ تیار ہے۔ (مزمل سلیم)

## چاول کی پڈنگ

سامان۔ آدھا پیالہ بھر بغیر ابالا ہوا چاول۔ ایک پیالہ بھر گاڑھا کھوپرے کا دودھ۔ چائے کا آدھا چمچہ بھر نمک۔ دو انڈے۔ آدھا پیالہ چینی۔ ایک چھوٹا چمچہ بھر نارنگی کا پسا ہوا چھلکا۔ آدھا پیالہ بھر گاڑھی کریم۔ آدھا پیالہ بھر آلو بخاروں کا گودا۔ ایک چائے کا چمچہ بھر ونیلا ایسنس۔

ترکیب۔ دودھ چاول کو پریشر ککر کے ٹاپ کنٹینر میں دس منٹ تک پکایئے اور بار بار چلاتی رہیئے یہاں تک کہ یہ ابال پر آجائے۔ اب اسے ککر پر سے اتار لیجئے۔ اور کھولتے ہوئے پانی کے فرائی پین میں رکھ کر چمچے سے چلاتی رہیئے۔ اس طرح تیس منٹ تک پکاتے میں نارنگی کا چھلکا ملا دیجئے۔ اس کے بعد آلو بخاروں کا گودا بھی اسی طرح شامل کر دیجئے۔ فرائی پین پر سے اتارنے کے بعد اس میں ونیلا ایسنس ڈال دیجئے۔ اور بالکل ٹھنڈا ہو جانے دیجئے۔ اب کریم کو چمچے سے اتنا چلایئے کہ یہ خوب گاڑھی ہو جائے۔ پھر اسے تیار شدہ مرکب کے گرد لپیٹ دیجئے۔ پڈنگ بن جائے گی۔ (نثار فاطمہ)

## آلو مٹر کا حلوہ

سامان۔ آدھ سیر آلو۔ آدھ سیر مٹر کے دانے۔ ایک پاؤ چینی۔ آدھ سیر گھی۔ تین چوتھائی پیالہ بھر کترا ہوا کھوپرا۔ ایک چھوٹا چمچہ بھر کشمش۔ چاندی کے ورق

ترکیب۔ آلوؤں کو چھیل کر پانی میں دھو دیجئے۔ اور کدوکش پر نکال لیجئے۔ پھر انہیں پانی میں ابالیئے۔ جب کچھ کچھ نرم پڑ جائیں تو پانی سے نکال لیجئے اب مٹر کے دانوں کو اسی طرح پانی میں ابال کر نرم کر لیجئے۔ پھر چینی کو ایک فرائی پین میں ڈالیئے۔ اور اس میں ایک پیالہ بھر پانی ڈال کر جوش دیجئے۔ یہاں تک کہ گاڑھا گاڑھا شربت بن جائے۔ اب کھوپرے کو تھوڑے گھی میں بھونئے اور ایک طرف رکھ دیجئے۔ باقی گھی کو گرم کر کے اس میں آلو اور مٹر کے دانے (جنہیں پیس لیا گیا ہو) ڈال کر پانچ منٹ تک بگھار دیجئے۔ پھر شربت ڈال کر پندرہ منٹ تک پکایئے۔ ان میں کھوپرا اور کشمش ملا دیجئے۔ اور خوب اچھی طرح ملایئے۔ آخر میں اس مرکب پر چاندی کے ورق لگا دیجئے۔ گرم کھانے میں بڑا مزا آئیگا

(نرگس بانو)

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



جی۔ایم۔ناز

# الجھنیں

## بچپن کا داغ

محترمہ ک۔ی صدیقی صاحبہ۔برسوں تک مجھے پڑھنے کے باوجود آپ نے اپنے ذہن میں مجھ پر جس بداعتمادی کے خدشات کا اظہار کیا ہے اس کا مجھے افسوس ہے۔بہرحال جواب حاضر ہے۔آپ بلا خوف شادی کر لیجئے۔ آپ کی ازدواجی زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔البتہ اپنے بچپن کے ان داغوں کو ہمیشہ کے لئے چھپا ڈالئے۔اگر آپ نے شوہر کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے یہ داغ اسے دکھا دیئے تو آپ کی زندگی خراب ہوجائیگی

## منزل کی تلاش

محترمہ سیمہ صاحبہ۔آپ تو ایک لڑکی ہیں ہمارے ملک میں ایک نہیں لاکھوں ایسے لڑکے ہیں جو منزل کا تعلق تو کر لیتے ہیں مگر منزل پہ پہنچ نہیں سکتے۔کیا آپ کے خیال میں ہمارے ملک میں ایم۔اے اور بی۔اے جو صرف دو چار سو کی نوکریاں کر رہے ہیں یہی ان کی منزل تھی؟ کیا انہوں نے بھی آپ کی طرح حسین خواب نہیں دیکھے تھے۔جب وہ سکولوں میں تھے تو انہوں نے بھی ڈگریاں لے کر ایک منزل کا تعین کر لیا تھا مگر بعد میں وہ منزل پا نہ سکے۔محترمہ ہم سب کی تقدیر ہمارے معاشرے، سماجی اور اقتصادی زندگی کے طابع ہے۔

حالات کی تبدیلی قسمت بھی بدل دیتی ہے۔آپ کی تقدیر بھی انہیں حالات کے ساتھ بندھی ہے۔اگر آپ کی اقتصادی زندگی اچھی ہوتی اور آپ کو فیس اور کتابوں کی پریشانی لاحق نہ ہوتی تو آپ بھی فرسٹ ڈویژن حاصل کر کے اس وقت میڈیکل میں ہوتیں مگر حالات نے ایسا نہ ہونے دیا۔ ان حالات نے آپ کی منزل کو بدل دیا ہے۔اب آپ کو حالات کے ساتھ سمجھوتا کرنا ہوگا گزرے وقت پر آنسو بہانے والے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ منزلیں اور بھی ہیں راہیں بھی نکل آتی ہیں۔صرف آدمی حالات کے ساتھ خود کو بدلنے کی اہلیت رکھتا ہو۔آپ ڈاکٹر نہ بن سکیں ایک اچھی انسان ایک کارآمد ماں تو بن سکتی ہیں۔اس لئے ماضی پر کیوں کڑھتی ہیں۔

## ہائے یہ دولت

محترمہ محمودہ صاحبہ۔آپ کا طویل اور الجھا ہوا خط ملا۔آپ نے لکھا ہے کہ آپ کے سسرال والے پیسے کے پیر ہیں۔مگر محترمہ یہ دولت تو آپ کے ذہن پر بھی سوار ہے۔آپ لکھتی ہیں کہ کیا میں ان سے اپنی چوڑیاں واپس مانگوں؟ آپ بتایئے کہ دولت کا یہ بھوت کیا صرف ان پر سوار ہے؟ یا آپ بھی دولت کی پیر ہیں۔بہرحال مسئلہ صرف یہی نہیں بلکہ اور بھی گہرا ہے جو حالات آپ نے لکھے ہیں اگر وہ درست ہیں تو پھر آپ دونوں کی کبھی نہ نبھے گی۔اس لئے زندگی کو جہنم بنانے سے کیا فائدہ۔اپنے والد صاحب سے کہہ دیجئے کہ وہ طلاق کا انتظام کر دیں۔اگر آپ کے شوہر کے دل میں آپ کی عزت ہوتی تو حالات اس طرح نہ ہوتے۔بہرحال میرا یہی خیال ہے کہ یہ زندگی نہ نبھ سکے گی۔طلاق میں بھی دولت کا سوال اٹھے گا آپ وہ ہیروں کا سیٹ اور نقد روپیہ طلب کریں گی جو وہ نہیں دیں گے۔

## بد سے بدنام بُرا

محترمہ عابدہ صاحبہ۔چھوٹے محلوں میں عموماً لڑکیاں ذرا سی لغزش سے بدنام ہو جاتی ہیں۔آپ اپنے کردار کو ٹھیک رکھیئے۔تو کچھ عرصہ بعد یہ لوگ خود ہی خاموش ہو جائیں گے۔بہتر ہے کہ سردست اس کا تذکرہ کسی سے نہ کریں۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



## کیا ان سے ملوں؟

محترمہ عاصمہ صاحبہ - آپ پہلے ہی مریضہ ہیں ان سے ملاقاتیں کر کے کیا اور بدنام ہونا چاہتی ہیں - اس طرح ایک اور روگ لگ جائے گا - اپنے علاج کی طرف دھیان دیجئے - اور نئے مرض نہ لگائیے -

## بے وفا

محترمہ منصورہ صاحبہ (غالباً یہی نام ہے) آپ کے خطوط پہلے بھی مجھے ملتے رہے ہیں۔ پھر ایک بار آپ کی کسی سہیلی نے مجھے فون بھی کیا تھا اس بار آپ نے ایک طویل افسانہ نما خط بھجوایا ہے - اور میرے سامنے وہ چند خطوط بھی ہیں جو آپ کے بیوفا محبوب نے آپ کو لکھے تھے - آپ کی داستان حیات عبرتناک بھی ہے - اور دلچسپ بھی - آپ بچپن سے اپنے عزیزوں کی ہوس کا نشانہ بنتی رہیں - آپ کے اندر شدید پیاس اور نفرت کا عجیب و غریب طوفان امنڈ رہا ہے - اتنے میں آپ کو ایسا شخص مل گیا جس نے آپ کی ان مشکلات کو سمجھا - اور آپ کے ساتھ کی گئی زیادتیوں کی بنا پر اسے آپ سے ہمدردی پیدا ہوئی - اس نے آپ کو عشق الٰہی میں ڈوب کر عبادت کا سلیقہ سکھایا - آپ کی تمامتر کمزوریوں کے باوجود اس نے آپ سے رفاقت کی مگر اس کے خطوط سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس نے شروع ہی سے آپ پر قطعی طور پر واضح کر دیا تھا کہ آپ اس سے کسی قسم کے مستقل تعلق کی توقع نہ رکھیں اور ساتھ ہی یہ بات بھی واضح کر دی تھی کہ کیونکہ وہ ایک ذمہ دار آدمی ہے اس لئے وہ یہ گوارا نہیں کرے گا کہ یہ راز افشا ہو جائے - مگر آپ کی شدید جذباتیت اور بچگانہ حرکت نے یہ راز فاش کر دیا - ظاہر ہے اس صورت میں اسے نہ صرف اپنا مستقبل خطرے میں محسوس ہونے لگا بلکہ آپ کا مستقبل بھی تباہ ہوتا ہوا نظر آیا - اس نے عقل و دانش سے کام لیا - اور یکدم خاموشی اختیار کر لی آپ کے پے در پے خطوط کے باوجود وہ خاموش رہا - آپ خود سوچئے اگر وہ یہ سلسلہ جاری رکھتا تو آپ کی زندگی قطعی برباد ہو جاتی - وہ ایک مرد تھا اور مرد کا کچھ نہیں بگڑتا - آپنے اپنے طویل خط میں یہ بات ثابت کر دی ہے کہ آپ نے اسکی خاموشی کو فریب سمجھ کر اسے بدنام کرنے کی سعی کی اور مردوں سے انتقام کی آڑ میں آپ ان حدود سے بھی گزر گئیں جن کے متعلق آپ اس سے وعدہ کر چکی تھیں یہ جذبۂ انتقام نہیں تھا بلکہ اس پیاس کی تسکین تھی جو آپکے عزیزوں نے آپ کے اندر پیدا کر دی تھی - جس پیاس کو مٹانے کیلئے اس نے آپ کو عبادت میں مصروف رہ کر عشق الٰہی میں ڈوب جانے کیلئے کہا تھا آپنے وہ راہ چھوڑ کر غلط راہ اختیار کر لی - آپنے اسے بدنام کرنا چاہا مگر وہ آپ کی کمزوریوں کو جانتے ہوئے خاموش رہا - کیا یہ اس کی شرافت اور خلوص کا ثبوت نہیں ہے - وہ اگر چاہتا تو آپ کو ہر طرح بدنام کر سکتا تھا - ایک لڑکی کی بدنامی تمام عمر کیلئے اس کی زندگی کی تباہی کا باعث بنتی ہے - مگر ایسے مرد خال خال ہی ملتے ہیں جو اس ذمہ داری اور دیانت کا ثبوت دیں جو ان صاحب نے دیا - اس کے دوست نے آپ کو بتایا کہ وہ آوارہ ہے اس کے تعلقات متعدد لڑکیوں سے ہیں آپ برہم ہو گئیں آپنے یہ نہ سوچا کہ ہو سکتا ہے اس نے از خود یہ بات کہلوائی ہو تاکہ آپ اسے بھول جائیں - ورنہ اس کا جو کردار آپکے افسانے اور اسکے خطوط سے بنتا ہے وہ ایک بدکردار انسان کا نہیں بلکہ انتہائی سلجھے ہوئے ذمہ دار انسان کا کردار ہے - اگر آپ اس کے لکھے ہوئے خطوط کا حوالہ نہ دیتیں یا وہ چند خطوط میرے سامنے نہ ہوتے تو میں بھی اسے بدکردار انسان سمجھنے پر مجبور ہوتا مگر یہاں ایسا نہیں ہے - اس لئے محترمہ آپ جن راہوں پر چل رہی ہیں وہ آپ کیلئے خطرناک ہیں - آپ خود اپنی زندگی

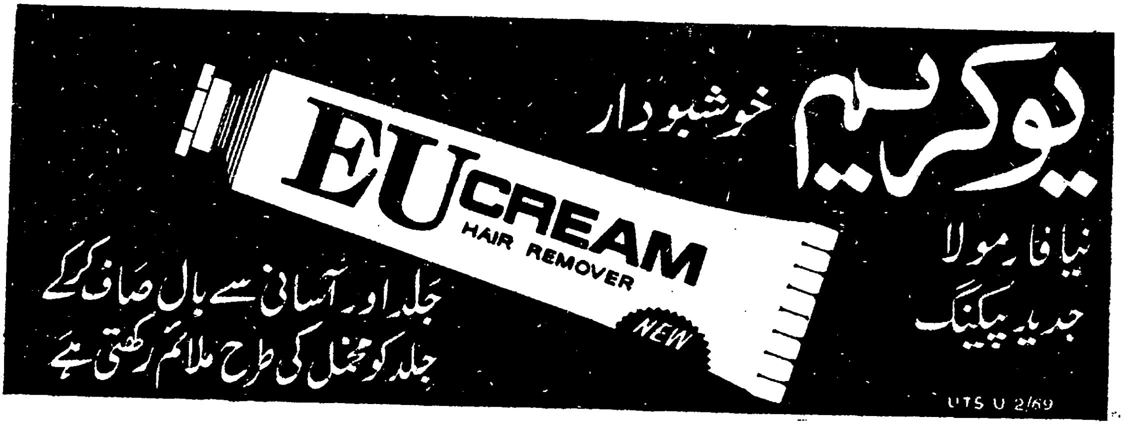

Downloaded from https://paksociety.com



ادارہ

# حیرت انگیز اور دلچسپ

## دولت نہیں محبّت

فلائٹ لفٹیننٹ اینتھونی لٹّل کی بیوی نے کار کے حادثے میں زخمی ہونے کے بعد اپنی دولت کے بارے میں یہ وصیت کی کہ اس میں سے تیس ہزار پونڈ کی رقم اس کے شوہر کو دی جائے بشرطیکہ وہ دوسری شادی نہ کرے۔ مگر انتھونی لٹل نے اس کے مرنے کے دو مہینے بعد ہی دوسری شادی کر لی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا ایک ایسی عورت سے ملنا ہو گیا جس سے اسے محبت ہو گئی۔ اس نے تیس ہزار پونڈ کی رقم جو ایک اچھی دولت تھی یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ میں دولت پر محبت کو ترجیح دیتا ہوں۔

اسی طرح انگلستان کے ایک فرنیچر ایکسپرٹ چارلز کیسلے نے مرتے وقت اپنی سیکرٹری ایڈنا کے نام ایک جاگیر اس وصیت کے ساتھ چھوڑی کہ اگر وہ میرے تیسرے بیٹے جارج سے شادی کرے تو یہ جاگیر اس کی ہو گی ورنہ خیراتی اداروں کے لئے وقف رہے گی مگر ایڈنا نے جارج کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ اسے ایک اور مرد سے محبت تھی۔ اس نے کہا "میرے لئے محبت کسی جاگیر سے زیادہ قیمتی ہے"

## زنانہ چیک بکیں

برازیل کے ایک بنک نے خواتین کو خاص قسم کی چیک بکیں جاری کرنی شروع کر دی ہیں۔ یہ مردانہ چیک بکوں سے سائز میں چھوٹی ہیں اور زنانہ ہینڈ بیگ میں بآسانی آ جاتی ہیں۔ ان کتابوں میں جو چیک ہیں ان میں سے ہر ایک جداگانہ رنگ میں چھاپا گیا ہے۔ یہ سب ایک نفیس ترین خوشبو میں بسائے جاتے ہیں۔ اور جو خواتین اس کی خواہش ظاہر کریں ان کے فوٹو بھی چیک بک کی جلد کی اندرونی پشت پر چسپاں کر دیئے جاتے ہیں

## عورت نہیں تو اور کچھ بھی نہیں

آپ کو یہ معلوم کر کے یقیناً حیرت ہو جائے گی کہ ایک شخص نے پچھلے تیس برس سے نہ داڑھی مونڈھی ہے نہ کپڑے بدلے ہیں مگر وہ روزانہ کم سے کم بیس مرتبہ ہاتھ ضرور دھوتا ہے۔ یہ شخص کرسی میں بھی نہیں بیٹھتا کسی کو اپنے پلنگ پر بستر نہیں بچھانے دیتا۔ گزشتہ تیس برس سے اس نے اپنے وارث بھائی بہنوں اور ملازموں کے علاوہ اور کسی انسان کی شکل تک نہیں دیکھی ہے۔ کیونکہ اس کے خیال میں لوگوں سے ملنا جلنا محض تضیع اوقات ہے کہتے ہیں کہ اسے تیس برس پہلے کسی عورت سے محبت تھی۔ مگر اچانک وہ عورت کہیں غائب ہو گئی جس کے بعد سے یہ شخص خانہ نشین اور دنیا سے الگ تھلگ ہے۔

## "تابوت ساتھ لئے پھرتی ہے

یورپ کی ایک مشہور اداکارہ نے یہ عجیب حرکت کی ہے۔ در حقیقت زندگی ہی میں اپنا تابوت تیار کرا لیا ہے۔ اور جہاں کہیں جاتی ہے اسے اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ کبھی کبھی وہ اس پر بیٹھ کر چائے بھی پینے لگتی ہے

## ارب پتی عورت کی کنجوسی

امریکہ کی ایک کھرب پتی عورت اتنی کنجوس ہے کہ جب اس کے بیٹے کی ٹانگ میں چوٹ آئی۔ تو اس نے جنگلی جڑی بوٹیوں سے علاج کیا۔ تاکہ ڈاکٹر کی فیس اور اس کی بتائی ہوئی دوائی کے دام نہ دینے پڑیں مگر اس علاج سے اس کے بیٹے کی ٹانگ اچھی نہ ہوئی اور وہ تین برس تک اس کی

Downloaded from https://paksociety.com



وجہ سے تکلیف میں مبتلا رہا۔ جب اس نے اپنی ماں سے شکایت کی کہ اب تکلیف ناقابل برداشت ہوتی جا رہی ہے۔ تو وہ اسے لے کر نیویارک پہنچی اور وہاں ایک خیراتی ہسپتال میں داخل کرادیا۔ مگر ہسپتال کے کرتا دھرتا افراد کو پتا چل گیا کہ مریض کس کا بیٹا ہے۔ اور انہوں نے ارب پتی عورت سے ہسپتال کے لئے چندہ طلب کیا اس عورت نے اپنے بیٹے کو ہسپتال سے چھٹی دلائی اور وہاں سے رفو چکر ہو گئی۔ اس کی اس کنجوسی کی وجہ سے اس کے بیٹے کی ٹانگ کا زخم لاعلاج ہو گیا۔ اور دو برس بعد ٹانگ کٹوانی پڑ گئی۔

### تسلی گاہ اور "کمرہ گریہ"

ایک اطالوی ماہر نفسیات آرترو کا یہ خیال ہے کہ اگر کسی پریشان اور افسردہ انسان کو دوسرے پریشان اور ملول انسانوں کی مصیبتوں اور پریشانیوں کے حالات سنائے جائیں تو وہ اپنی پریشانی بھول جاتا ہے اپنے اس خیال کو عملی شکل دے کر پریشان انسانوں کو تسلی دینے کی غرض سے اس نے ایک مکان کے کمروں میں ان کی دیواروں پہ اخباروں کے ایسے تراشے چسپاں کئے ہیں، جن پر حادثوں، مصیبتوں اور دردناک موتوں کے حالات درج ہیں۔ اس نے اس مکان کا نام "تسلی گاہ" رکھا ہے۔ اور وہ مصیبتوں میں مبتلا انسانوں کو اس مکان میں آنے کی دعوت اس دعوے کے ساتھ دیتا ہے کہ کچھ دیر اس میں چلنے پھرنے کے بعد وہ اپنی پریشانیاں اور غم فراموش کر دیں گے۔ لیکن اگر کوئی ایسا شخص بھی وہاں جانکلتا ہے جس کی دنیا کی مصیبتوں کے حالات پڑھنے کے بعد بھی تسلی نہیں ہوتی تو آرترو اسے تسلی گاہ کے اس کمرے میں پہنچا دیتا ہے۔ جس کا نام اس نے "کمرہ گریہ" رکھا ہے۔

### "اون سے نفرت"

جاڑے آ رہے ہیں۔ اب ہر چھوٹا بڑا اپنی حیثیت کے مطابق اونی کپڑے پہنے گا۔ تاکہ سردی کے اثر سے بچ سکے۔ لیکن سپین کے ایک شخص الکنتارہ کو اون سے اتنی نفرت ہے کہ اگر اس کے سامنے اون کا نام بھی لے دیا جائے تو وہ غش کھا کر گر پڑتا ہے۔

### عورت ذات کی ذہانت

آجکل مغربی ملکوں میں ڈاکے اور چوریاں عام ہوتی جا رہی ہیں۔ مگر لٹیرے ان لوگوں پر خاص طور سے نظر رکھتے ہیں جو بنکوں میں آتے جاتے ہیں۔ تاکہ اگر موقع بنے تو ان سے وہ رقم چھین لیں جو وہ بنک میں جمع کرانے آئے ہوں۔ یہ عورتوں کو بڑا نرم چارہ سمجھتے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ عورتیں ہی انہیں جُل دیتی ہیں۔ حال میں ایک یورپی ملک کے ایک شہر میں یہ افواہ اُڑی کہ ہر بنک کے راستے پر ڈاکو اور لٹیرے چھپے بیٹھے رہتے ہیں۔ اور ہر اس عورت کو شکار بنانے پر کمربستہ رہتے ہیں۔ جو روپیہ بنک میں جمع کرنے جا رہی ہو۔ مگر ایک دن ایک عورت اپنے گھر سے بنک کی طرف روانہ ہو گئی۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ بنک میں روپیہ جمع کرانے جا رہی ہے مگر اس کے پاس نہ کوئی ہینڈ بیگ تھا۔ نہ گٹھڑی نہ تھیلا۔ غرض وہ بالکل خالی ہاتھ تھی۔ مگر جب وہ بنک کے اس کمرے کے اندر داخل ہو گئی جس کے باہر مسلح پہرہ تھا تو اس نے اپنے کورسیٹ میں سے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر کاؤنٹر پر ڈھیر کر دیں (کورسیٹ ایک قسم کی چوڑی پٹی ہوتی ہے جو مغربی خواتین اپنے لباس کے اندر کے رخ کمر کے نیچے سے لیکر سینے تک لگاتی ہیں)

### کھڑکی کے ذریعے دولت

کسی کو اچانک دولت مل جائے تو کہتے ہیں کہ خدا نے اسے چھپر پھاڑ کر دولت دی ہے۔ مگر حال کے ایک واقعہ سے معلوم ہوا ہے کہ دولت چھپر کے سوراخ سے ہی نہیں ملتی کھڑکی کے راستے بھی آتی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ انگلستان کے ایک علاقے ایسکس میں ایک بوڑھی خاتون ایک مرد کو جس کا پیشہ کھڑکیاں صاف کرنا ہے۔ مہینے میں ایک مرتبہ اپنے مکان کی کھڑکیوں کی صفائی کے لئے بلایا کرتی تھی جب وہ مری تو معلوم ہوا کہ یہ خاتون اپنی ساری پونجی مع مکان اس کھڑکیاں صاف کرنے والے کے نام چھوڑ گئی ہے اس نے اپنے وصیت نامے میں لکھوایا ہے۔ چونکہ یہ شخص میری کھڑکیاں بڑی توجہ اور محنت سے صاف کرتا رہا ہے۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ میرے مکان کو بھی صاف ستھرا رکھے گا۔ چنانچہ میں مکان بھی اسی کے نام لکھتی ہوں

### عورت اور پالتو جانور

مسز مارگریٹ ہنٹر بیوہ ہے اسکی عمر ۶۳ برس کی ہے وہ انگلستان سے پرتگال گئی تو اپنے ساتھ پالتو جانور بھی لیتی گئی یہ تمام جانور طیارے میں سوار ہوئے آپ کو معلوم ہے وہ کونسے جانور تھے نو بلیاں اور کتے ان سب سے وہ محبت کرتی تھی غالباً اس کی اولاد کوئی نہیں تھی۔ ان تمام [illegible]

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

Downloaded from https://paksociety.com



حکیم سیّد ظفر عسکری

# بزمِ زیب النساءؒ

## منجن — جو دانتوں کو چمکدار بنائے

**سوال** - حکیم صاحب۔ مجھے ایسے منجن کا نسخہ درکار ہے جو دانتوں کو صاف کرے اور چمکدار بنائے۔ مشکور ہوں گی۔ (مس فرخندہ جبین پشاور)

**جواب** - فرخندہ صاحبہ۔ لیجئے بہترین نسخہ پیش خدمت ہے۔

سہاگہ پھول شدہ ایک تولہ۔ سوڈا بائیکارب ۶ ماشہ۔ سنگجراحت ۲ تولہ۔ چولہے کی راکھ تین تولہ۔ ست لیموں ایک ماشہ۔ ست پودینہ ۴ رتی

تمام اشیاء کو خوب باریک سفوف کریں اور شیشی میں محفوظ کر لیں۔

منجن کا یہ آسان سا نسخہ بڑے کام کی چیز ثابت ہو گا۔

## سینے کی جلن

**سوال** - کھانا کھانے کے آدھے پونے گھنٹے بعد مجھے سینے میں سخت جلن ہونے لگتی ہے۔ طبیعت سخت بے چین ہوتی ہے اس دوران میں کسی کل بھی چین نہیں آتا۔ یہ کیفیت تقریباً ایک گھنٹہ رہتی ہے۔ پھر خود بخود ٹھیک ہو جاتی ہے۔ میری غذا سادہ ہے۔ گوشت سبزی، شوربا چاول وغیرہ ناشتے میں دو انڈے ضرور کھاتا ہوں۔ مٹھائی کا میں زیادہ شوقین نہیں ہوں حکیم صاحب برائے کرم مجھے اس تکلیف سے نجات دلائیے۔ اور کوئی نہایت ہی اکسیر نسخہ میرے لئے تجویز کریں۔ خدا آپ کو جزائے خیر دیگا

نثار حسین علوی۔ کراچی

**جواب** - محترمی نثار صاحب! آپ کی یہ تکلیف معدے میں تیزابیت کی زیادتی کے باعث ہے۔ انڈے مچھلی اور مرغن انداز کی غذاؤں کا استعمال قطعی ترک کر دیں ایک اکسیر نسخہ پیش کرتا ہوں۔

ست پودینہ - ایک ماشہ۔ کتھہ ۶ ماشہ۔ سوڈا بائیکارب ۵ تولہ۔

تمام اشیاء کو باہم ملا کر باریک سفوف کر لیں۔ اور بند شیشی میں محفوظ کر لیں۔ بقدر ایک چمچی (چائے دانی) دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد اور یہی مقدار خوراک رات کے کھانا کھانے کے بعد پانی کے ہمراہ استعمال کر لیا کریں۔

## سنہری بال

**سوال** - میرے بال گہرے سیاہ ہیں مجھے شوق ہے کہ میرے بال سنہری ہو جائیں۔ کسی نے مجھے بتایا تھا کہ ہائیڈروجن پر اوکسائیڈ کے سیلوشن کو لگانے سے بال سنہری ہو جاتے ہیں۔ مجھے تصدیق کرنی ہے کہ یہ کہاں تک ٹھیک ہے۔ نیز یہ بھی معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ یہ دوا کوئی مضر اثر تو نہیں رکھتی براہ کرم مجھے جواب دیں۔ قیصرہ نسرین۔ راولپنڈی

**جواب** - محترمہ قیصرہ صاحبہ۔ ہائیڈروجن پر اوکسائیڈ کا محلول فی الواقعہ بالوں کو سنہری روپ میں تبدیل کر دیتا ہے۔ مگر اس کا استعمال بالوں کی صحت کو تباہ کر دیتا ہے۔ یعنی بالآخر کھال رہ جاتی ہے۔ اور بال غائب۔

## دائمی پیچش

**سوال** - میری عمر ۴۲ سال ہے مجھے تقریباً پانچ سال سے پیچش کی شکایت ہے۔ اگر گرم تاثیر رکھنے والی اشیاء اور مرچ مصالحوں سے پرہیز کرتی رہوں تو ٹھیک رہتی ہوں مگر جہاں تھوڑی سی بد پرہیزی کی فوراً ہی پیچش شروع ہو جاتی ہے۔ اس بیماری نے مجھے بہت کمزور کر دیا ہے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کے علاج کروا چکی ہوں مگر عارضی فائدہ ہوتا ہے۔ آپ کوئی بہترین نسخہ میرے لئے تجویز فرمائیں۔ عظمت آرا بیگم گوجرانوالہ

**جواب** - محترمہ عظمت آرا صاحبہ - افیون ایک ماشہ۔ کتھہ ۶ ماشہ۔ چونا بجھا ہوا ۳ ماشہ۔ کافور ایک ماشہ۔

چاروں اشیاء کو عرق گلاب (بقدر ضرورت) میں خوب کھرل کریں بعد ازاں مونگ کے دانے کے برابر گولیاں تیار کر لیں۔ خشک ہونے پر محفوظ کر لیں۔ دو گولیاں صبح اور دو شام کو پانی کے ہمراہ استعمال کر لیا کریں۔

گرم تاثیر غذاؤں اور مرچ مصالحہ جات سے آپ کو مدت مدید تک پرہیز کرنا ضروری ہو گا۔